قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّىٰ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

ماہنامہ

المرشد

لاہور

تصوف کیا نہیں؟

تصوف کے لیے نہ کشف و کرامات شرط ہے نہ دنیا کے کاروبار میں ترقی دلانے کا نام تصوف ہے، نہ تعویذ گنڈوں کا نام ہے نہ جھاڑ پھونک سے بیماری دور کرنے کا نام تصوف ہے، نہ مقدمات جیتنے کا نام تصوف ہے، نہ قبروں پر سجدہ کرنے ان پر چادریں چڑھانے اور چراغ جلانے کا نام تصوف ہے اور نہ آنے والے واقعات کی خبر دینے کا نام تصوف ہے نہ اولیاء اللہ کو غیبی ندا کرنا، مشکل کشا اور حاجت روا سمجھنا تصوف ہے، نہ اس میں ٹھیکیداری ہے کہ پیر کی ایک توجہ سے مرید کی پوری اصلاح ہو جائے گی اور سلوک کی دولت بغیر مجاہدہ اور بدون اتباع سنت حاصل ہو جائے گی۔ نہ اس میں کشف و الہام کا صحیح اترنا لازمی ہے اور نہ وجد و تواجد اور رقص و سرود کا نام تصوف ہے۔ یہ سب چیزیں تصوف کا لازمہ بلکہ عین تصوف سمجھی جاتی ہیں حالانکہ ان میں سے کسی ایک چیز پر تصوف اسلامی کا اطلاق نہیں ہوتا بلکہ یہ ساری خرافات اسلامی تصوف کی عین ضد ہیں۔ (دلائل السلوک)

اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور

ماہنامہ
المرشد لاہور
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۶۰۷
جلد ۱۷ - محرم الحرام ۱۴۱۷ھ بمطابق جون ۱۹۹۶ء - شمارہ ۱۱

مدیر:- تاج رحیم ٭ سرکولیشن مینجر:- رانا جاوید احمد ٭

اس شمارے

صفحہ نمبر

میں مسلمان کیوں ہوں؟	مولانا محمد اکرم اعوان	۴
اسلام کی تلاش	مولانا محمد اکرم اعوان	۱۴
خود فریبی یا خدا فریبی	صدف اکرم	۲۳
ہنر سیکھنا عبادت ہے	مولانا محمد اکرم اعوان	۲۵
زاغوں کے تصرف میں عقابوں کا نشیمن	ایم صدیقی اویسی	۳۱
اللہ سے ہمکلام ہونا	مولانا محمد اکرم اعوان	۳۳
استقامت فی الدین	آصف محمود	۳۸
انسانی حقوق	مولانا محمد اکرم اعوان	۴۰
غیبی قوت	مولانا محمد اکرم اعوان	۴۵

پتہ:- ماہنامہ المرشد - اویسیہ سوسائٹی - کالج روڈ - ٹاؤن شپ لاہور نمبر ۵۴۷۷۰ ٭
فون نمبر:- ۵۱۱۵۰۸۶
ناشر:- پروفیسر حافظ عبدالرزاق ٭
پرنٹرز:- انتخاب جدید پریس لاہور

ماہنامہ المرشد

بانی: حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ
مجددِ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست: حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ
شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

مشیر اعلیٰ

نشرواشاعت: پروفیسر حافظ عبدالرزاق ایم اے (اسلامیات) ایم اے (عربی)

ناظرِ اعلیٰ: کرنل (ریٹائرڈ) مطلوب حسین

مدیر: تاج رحیم

بدل اشتراک

فی پرچہ ۱۵ روپے

	سالانہ	تاحیات
پاکستان	۱۶۵ روپے	۲۵۰۰ روپے
غیر ملکی		
سری لنکا بھارت بنگلہ دیش	۴۰۰ روپے	۴۰۰۰ روپے
مشرق وسطیٰ کے ممالک	۹۰ سعودی ریال	۷۰۰ سعودی ریال
برطانیہ اور یورپ	۲۵ سٹرلنگ پونڈ	۱۳۰ سٹرلنگ پونڈ
امریکہ	۴۵ امریکن ڈالر	۱۳۰۰ امریکن ڈالر
کینیڈا	۵۰ امریکن ڈالر	۱۳۵۰ امریکن ڈالر

اداریہ

سچ برگردن راوی

ایک زمانہ تھا جو اب نہیں رہا جب معزز لوگ سچ بولا کرتے تھے اور اپنی زبان سے نکلے الفاظ پر قائم رہنے میں اپنی شان سمجھتے تھے۔ اب اس دیس کے معززین کی سوسائٹی کے آداب بدل چکے ہیں۔ معزز شخص وہی ہے جو ڈھٹائی اور بے شرمی کے ساتھ جھوٹ بول سکے۔ جس شخص کے قول و فعل میں جھوٹ کا عنصر جتنا زیادہ ہو گا۔ اتنا ہی زیادہ وہ باعزت اور سوسائٹی میں قابل احترام ہو گا۔ ایک دینی رہنما سے لے کر ملک کے اعلیٰ ترین سیاسی مقام پر فائز حکمران جس اعتماد کے ساتھ جھوٹ بولتے ہیں اس کی مثال ان اقوام میں نہیں ملتی جن کو ہم مسلمانوں نے جہنم کے ایندھن کے لئے وقف کر رکھا ہے۔ جس معاشرے میں حکمرانوں کا ہر طبقہ جھوٹ بولنے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے میں مصروف ہو۔ اس معاشرے کے عام لوگ ان کی نقالی کو ہی عزت حاصل کرنے کا ذریعہ سمجھیں گے۔ پھر اس معاملے میں ہر قسم کا میڈیا کسی سے پیچھے رہنے والا نہیں۔ ہمارے معاشرے کی سوچ کو ایسے مقام پر پہنچا دیا گیا ہے کہ اب تو ہمیں اپنے اردگرد کی ہر برائی اچھی لگتی ہے۔ یہ قتل و غارت' یہ ڈاکے' یہ عزتوں کا سرعام لوٹنا اگر یہ سب کچھ روک دیا جائے تو شاید ہماری زندگی میں سارا تھرل اور سارا چارم ختم ہو جائے۔ یہ سب کچھ ہماری ضرورت ہے۔ ایک طویل عرصے تک ہم اپنی اس ضرورت کو فکشن (Fiction) کی کتابیں پڑھ کر اور فلمیں دیکھ کر پوری کرتے تھے کیونکہ وہ سچ کا زمانہ تھا اور روزمرہ کی زندگی میں ان پر پابندی تھی۔ اب آزادی کا زمانہ آگیا ہے۔ بڑے بڑے اجتماعات سے حکمرانوں' سیاسی اور مذہبی رہنماؤں کے جھوٹے وعدوں اور بیانات میں جو لطف ہے۔ وہ سچ بولنے والے کے کڑوے الفاظ میں کہاں جھوٹ ہماری ضرورت زندگی ہے۔ اس کے بغیر ہم کیونکر جی سکتے ہیں آخر ایک دن اللہ کو بھی منہ دکھانا ہے۔

تاج رحیم

میں مسلمان کیوں ہوں

مولانا محمد اکرم اعوان

یہ دنیا دار ابتلا ہے امتحان کی جگہ ہے آزمائش کی جگہ ہے اور انسان کو اللہ جل شانہ نے عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت عطا فرمائی ہے اور اس قدر شعور و آگہی سے نوازا ہے کہ انسان ہی واحد مخلوق ہے جو عظمت باری کو باقی مخلوق کی نسبت بہت زیادہ سمجھ اورجان سکتی ہے کیونکہ معرفت الٰہی کا سب سے بڑا دروازہ نبوت ہے اور انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام نوع انسانی میں ہی گزرے ہیں اور کسی نوع کو نبوت سے سرفراز نہیں فرمایا گیا لہٰذا معرفت باری کی استعداد بھی سب سے زیادہ انسان ہی میں ہے پھر انسان ہی وہ مخلوق ہے جسے اللہ جل شانہ نے اس عالم مادی میں اپنے خطاب سے نوازا ہے اور اس میں یہ استعداد رکھی ہے کہ وہ اس کی ذاتی تجلیات کو اپنے قلب میں اپنے دل میں اپنے باطن میں سمو سکتا ہے۔

اس کے ساتھ عالم دنیا کو دبانے میں بھی کمی نہیں کی چونکہ اللہ جل شانہ کی تخلیق تھی اور ہر تخلیق اپنے خالق ہی کے کمالات کی اظہار کے لئے ہوتی ہے کاریگر جو ہوتا ہے بنانے والا اس کی عظمت اس چیز سے ظاہر ہوتی رہتی ہے جو وہ بناتا ہے۔ رب جلیل چونکہ بے مثال ہے اپنی ہر صفت میں لہٰذا جو چیز اللہ نے پیدا فرمائی اس کی آپ چھوٹی سے چھوٹی تخلیق کو لے لیں تو اس میں بھی اس قدر خوبصورتی اتنا حسین امتزاج اس قدر تناسب اس قدر باریکیاں اور اس قدر عجائبات ہوں گے کہ انسان سمجھ نہیں سکتا۔ ایک مچھر ایک مکھی کو ایک حقیر سی چیونٹی کو اگر آپ لے لیں تو اس میں بھی دیکھنا سننا سمجھنا گھر بنانا غذا حاصل کرنا۔ اپنے بچے پالنا موسم سردی گرمی سے اپنے آپ کو بچانا پتہ نہیں اس میں بھی کتنا شعور ہے اور کیسے اس میں یہ سوچنے کی قوتیں رکھی ہیں وہ کس طرح دیکھ لیتی ہے کیسے سن لیتی ہے نہایت چھوٹی چھوٹی چیزوں کو بھی اگر دیکھیں آپ ان میں بہت بڑا کارخانہ پنہاں ہے ایک ایک تنکے کو آپ دیکھیں ایک ایک پتے میں ایک پورا نظام پنہاں ہے کہ جڑ نے غذا لی پھر اس نے تنے کی رگوں سے گزار کر وہ پتوں تک پہنچائی اور پتوں میں جا کر وہ پکتی ہے اس کا مواد بنتا ہے عجیب بات یہ ہے کہ پتے کی زردی میں روشنی کی حدت بھی موجود ہوتی ہے اور وہ گرمی جو بظاہر ہمیں نظر نہیں آتی اس پتے کے اندر ایک ایسا عمل کرتی ہے جس سے وہ اس چیز کوپکا کر اسے اس قابل بناتی ہے کہ اسمیں سے جو مادہ لکڑی بننے کے کام آ سکتا ہے وہ تنے اور شاخوں میں جذب ہوتا ہے اور وہ جس سے چھال بن سکتی ہے علیحدہ ہو جاتا ہے جس سے پتا بن سکتا ہے وہ پتے میں رہ جاتا ہے جس سے پھول بن سکتا ہے وہ اس طرف منتقل ہو جاتا ہے جس سے پھل بن سکتا ہے وہ اس طرف ایک پورا کارخانہ پورا نظام ایک پتے میں ہے۔

اگر اس قدر حسن ہے ایک تنکے میں ایک پتے میں تو بسیط کائنات جو پھیلی ہوئی ہے اس میں کتنا حسن ہو گا۔ اور کتنی لذتیں ہوں گی اور کتنی راحتیں ہوں گی اسی لئے اللہ کریم نے فرمایا۔ **ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحھا**۔ کہ زمین میں فساد نہ کرو اس لئے کہ میں نے اسے بڑا سجا سنوار کر بنایا ہے بہت خوبصورت ہے یہ۔

اب ایک طرف تو وہ شعور و استعداد ہے جو عظمت باری کو پا سکتا ہے جمال باری کو سمو سکتا ہے دوسری طرف وہ حسیں جو زمین پر پھیلے ہوئے حسن کو سمیٹ سکتی ہیں زمین پر پھیلی ہوئی لذتوں سے مستفید ہو سکتی ہیں زمین پر پھیلی ہوئی راحتوں سے استفادہ کر سکتی ہیں اور دونوں باتیں ضروری ہیں انسان کے لئے۔ وجود کو باقی رکھنے کے لئے لذات دنیا ضروری ہیں رب کریم کی معرفت کو پانے کے لئے اس کے ساتھ تعلق کا استوار کرنا بھی ضروری ہے۔ تو ان دونوں میں یہ تطبیق دی گئی کہ رب جلیل نے فرمایا کہ میں خالق ہوں اور یہ ہر چیز مخلوق ہے۔ لہٰذا یہ میرے برابر درجہ نہیں پا سکتی عظمت میرے لئے ہے یہ تمہاری ضرورت ہے تو اس ضرورت کو استعمال کرنے کے لئے میں تمہیں طریقہ سمجھا دیتا ہوں جس چیز سے روک دوں اس سے رک جاؤ جس کی اجازت دے دوں اسے لے لو جس طریقے سے حاصل کرنے کی اجازت دوں اس طریقے سے حاصل کرو تو دو کام ہوں گے میری عظمت و کبریائی کا اظہار ہو گا اور میرے مقابلے میں مخلوق بے قیمت ہو جائے گی اس کی کوئی قیمت نہیں رہے گی جب اسے جسے میں کہتا ہوں چھوڑ دو اسے آپ چھوڑ دیتے ہیں جسے میں کہتا ہوں اختیار کر لو اختیار کر لیتے ہیں تو اس کے چھوڑنے میں بھی اور دنیا کے اختیار کرنے میں بھی دونوں طرح سے میری عظمت میری کبریائی کا اظہار ہو گا۔ دنیا کو کوئی اہمیت حاصل نہیں رہے گی۔ دوسری بات یہ ہو گی کہ تمہارے وجود کی ضرورتیں بھی پوری ہوں گی اور یہ تکمیل ضرورت ہی میری اطاعت بن کر عبادت بن کر میری معرفت کا سبب بن جائے گی۔ تو اسی تطبیق میں سارا کام ہو جائے گا۔

اب اللہ کریم سے ان ہدایات کو لینے کا اقرار کرنا اسے کہتے ہیں ایمان یعنی توحید باری کا اور اللہ کی عظمت و کبریائی کا اقرار نبوت و رسالت کا اقرار۔ یہ سارا اقرار کیا ہے کہ دنیا کی زندگی، مخلوق کو، دنیا کی نعمتوں کو، لذتوں کو، اس طرح سے اختیار کروں گا۔ استعمال کروں گا جس طرح رب العالمین اجازت دیں گے۔

رب کریم فرماتے ہیں لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم زبان سے کہہ دیں گے کہ بھئی ہم تو ایمان لاتے ہیں ہم مسلمان ہیں ہم وہ کام کریں گے جس کا اللہ جس طریقے سے کرنے کا حکم اور اجازت دیں گے جہاں سے روک دیں گے رک جائیں گے اور یہ کہہ کر بس بات ختم ہو گئی پھر جو جی میں آئے کرتے رہیں گے پھر کیا پرواہ ہے۔

اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا۔ لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ بس ہم نے کہہ دیا کہ ہم ایمان لے آئے اور بات ختم کام ہو گیا فرمایا نہیں یہ کہنے کا کام نہیں یہ تو کرنے کا کام ہے یہ بات صرف کہنے کی نہیں یہ تو کرنے کی ہے۔

وَھُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ۔ انہیں پرکھا نہیں جائے گا کوئی نہیں دیکھے گا کہ یہ کر کیا رہے ہیں انہوں نے کہا تو ہے کہ اللہ ہم تیری عظمت کو تیری کبریائی کو تیری سلطنت کو تیری الوہیت کو تیری یکتائی کو تیری خلاقیت کو تمام مخلوق پر مقدم مانتے ہیں اور اپنا سر نیاز تیرے سامنے جھکاتے ہیں مخلوق کے ساتھ ہمارا تعلق وہ رہے گا جس کی تو اجازت دے گا۔ جہاں تو روک دے گا ساری خدائی چھوڑ دیں گے تیرا دروازہ نہیں چھوڑیں گے فرمایا جب یہ کہہ کر پلٹتے ہو تو بے فکر مت ہو جاؤ کہ یہ کہنے کے بعد پھر باری آتی ہے مخلوق کی اور وہی جگہ آزمائش کی ہے کہ آپ نے جو کہا ہے اس پر عمل بھی کرتے ہو جہاں میں نے روک دیا وہاں سے رکتے بھی ہو یا نہیں جہاں میں نے کرنے کا حکم دیا وہ کرتے بھی ہو یا نہیں۔ تو فرمایا لوگوں کو یہ نہیں سوچنا چاہئے کہ ہم نے کہہ

دیا کلمہ پڑھ لیا اور اقرار کر لیا یا مسلمانوں کے گھر پیدا ہو گئے بس۔ اس سے آگے کہتے ہیں خیر ہے اللہ کریم ہے اللہ معاف کرنے والا ہے۔ یہ دوست ہے۔ اللہ کریم بھی ہے اور اللہ معاف کرنے والا بھی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔

لیکن اگر ہم خدانخواستہ اس کی رحمت کو جھٹک دیں تو پھر۔ تو پھر اللہ کے رحمان یا رحیم ہونے میں یا اس کے کریم ہونے میں تو کوئی شبہ نہ رہا تو اطاعت کو چھوڑنے کا معنی یہ ہے کہ خود کو سایہ رحمت سے نکال کر لے جانا خود کو رحمت باری سے جدا کر لینا خود دامان رحمت کو جھٹک دینا کہ مجھے نہیں چاہئے تو اگر خدانخواستہ کوئی دامان رحمت کو جھٹک دیتا ہے تو پھر وہ کہتا ہے خیر ہے گزارا ہو جائے گا۔ اللہ رحیم ہے بھئی اللہ کی رحمت کو تو آپ نے جھٹک دیا معاذ اللہ۔ یہی مسئلہ یہاں ارشاد ہو رہا ہے۔

کہ لوگو یہ نہ سوچا کرو کہ ہم نے کہہ دیا کہ ہم مسلمان ہیں ہم ایمان لے آئے ہم نے کلمہ پڑھ لیا کام ختم ہو گیا نہیں کام تو آپ کے یہ کہنے سے شروع ہوا کام ختم نہیں ہوا بلکہ کام تو شروع ہوا اور اب اس سے آگے آپ کا امتحان ہے آزمائش ہے کہ آپ نے جو کہا ہے وہ کرتے بھی ہیں یا نہیں۔ امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے علاوہ باقی تینوں ائمہ فقہ اور بیشتر ائمہ حدیث امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ جیسے آئمہ اس بات پر متفق ہیں کہ عمل ہی ایمان ہے اگر عمل درست نہیں ہے تو ایمان درست نہیں ہے یعنی سب کا اتفاق یہ ہے کہ عمل ہی کا نام ایمان ہے۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ یہ اقرار کرنا کہ میں مسلمان ہوں یہ بھی تو ایک عمل ہے اسے کافر نہ کہا جائے یعنی اقرار جو ہے یہ بھی ایک عمل ہے اگر آپ عمل ہی کو کہتے ہیں تو یہ اقرار شہادتین بھی ایک عمل ہے اسے کافر نہ کہا جائے لیکن اس سے آگے صرف آپ فرائض میں سے نماز کو لے لیں نماز ایک ایسا فرض ہے جس میں بندے اور رب کے درمیان معاملہ ہے۔ روزی کا حصول رزق حلال فرض عین ہے اس میں معاملہ صرف رب العالمین کے ساتھ نہیں بندے کا بندے کے ساتھ بھی ہے اگر ہم ناجائز رزق حاصل کرتے ہیں تو صرف ترک فرض نہیں کرتے بلکہ دوسرے کا حق بھی چھینتے ہیں اس میں تو اور قباحت بڑھ گئی یا جو معاملات لوگوں کے ساتھ یا انسانیت کے ساتھ یا مخلوق کے ساتھ ہیں ان میں تو اور قباحتیں بھی بڑھتی ہیں جو معاملہ رب کے ساتھ ہے مثلاً" نماز فرض ہے تو تمام ائمہ فقہ کا اس بات پہ اتفاق ہے۔

کہ اگر کسی شخص سے کہا جائے کہ آؤ بھئی نماز پڑھو وہ انکار کر دے تو پھر تو وہ کافر ہے لیکن انکار نہیں کرتا اور نماز کا وقت نکل جاتا ہے ادا بھی نہیں کرتا دوسرے دن بھی نہیں کرتا تیسری بار آپ کہتے ہیں اور تیسری بار بھی انکار بھی نہیں کرتا تو نماز ادا نہیں کرتا تو ائمہ فقہ فرماتے ہیں یہ واجب القتل ہے اس کا مال بیت المال میں جمع کرایا جائے اس کا جنازہ نہ پڑھا جائے اور اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کیا جائے۔ امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ اس کو یہ رعایت دیتے ہیں کہ نہیں اسے قید کر دیا جائے ممکن ہے کبھی توبہ کر لے اگر توبہ کے بغیر قید میں مرجائے تو پھر وہی سلوک اس کے ساتھ کیا جائے اس کا مال ضبط ہو جائے۔ بیت المال میں بحق سرکار اور اس کو غسل نہ دیا جائے اس کا جنازہ نہ پڑھا جائے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کیا جائے یہ ایک بنیادی سا فتویٰ ہے ایک فرض کے بارے میں وہ فرض جس میں مخلوق کا کوئی حق متاثر نہیں ہونا۔

اب اس سے آگے جو فرائض ہیں ان میں کسی میں والدین کے حقوق ہیں کسی میں اولاد کے حقوق ہیں کسی میں ازواج کے حقوق ہیں کسی میں اساتذہ کے حقوق ہیں کسی میں ملک اور قوم کے حقوق ہیں کسی کاروبار میں' معاملات میں لوگوں کے حقوق ہیں جن کے ساتھ ہم کاروبار کرتے ہیں جب ان سب فرائض کو ہم پامال کر کے گزرتے ہیں تو ہم پر کیا فتویٰ لاگو ہوتا ہو گا اور اس دیدہ دلیری سے عمر عزیز کو ضائع کرنا اور پھر کہنا اللہ رحیم ہے یہ درست ہے بھائی اللہ رحیم ہے اللہ کے رحیم ہونے میں کوئی شبہ نہیں لیکن ہم

محل رحمت رہیں بھی تو اور بڑی عجیب بات یہ ہے کہ ہم جو اسلام قبول کرتے ہیں اکثر لوگ ایسے ہیں جن کی قبولیت کی شرطیں پوری نہیں ہوتیں۔

آپ تھوڑے سے باہر نکل جائیں۔ میں اگلے دن ایک کیسٹ سن رہا تھا اس میں جو شخص وعظ کر رہا تھا اور دوسروں کو فضائل سنا رہا تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک معجزہ بیان کر رہا تھا اور سنا رہا تھا کہ کس طرح سے اس سے متاثر ہوا آدمی اور اس نے کلمہ پڑھ لیا کافر نے اور پھر کلمہ پڑھ کر سنا رہا تھا اور کلمہ پڑھ رہا تھا **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ**۔ یعنی خود جو شخص دوسروں کو سکھانا چاہتا ہے اس نے کلمہ طیبہ کی اصلاح تک نہیں کی اور اسے پتہ ہی نہیں کہ کیا ہے اس میں زیر کہاں ہے زبر کہاں ہے یا اس کا تلفظ کیا ہے۔ تو جب ساری زندگی ہم اس کا تلفظ اس کا ترجمہ سمجھنے ہی کی کوشش نہیں کرتے تو ہم نے اسلام کو کیا سمجھا اس کے تقاضوں کو کیا سمجھا۔

دیکھو اسلام قبول کرنے کا معنی تو یہ ہے کہ اللہ نے جو شعور دیا اسے کام میں لائیں ہم دیکھیں کہ ہندو بت کی پوجا کرتا ہے بت عاجز ہے آتش پرست آگ کی پوجا کرتا ہے آگ عاجز ہے کوئی سورج کی پوجا کرتا ہے سورج خود مخلوق ہے دوسرا کسی انسان کی پرستش کرتا ہے غلط کرتا ہے انسان خود مخلوق ہے ان سب کا جب موازنہ کیا جائے تو ان میں لائق عبادت صرف ایک ذات ہے، جو سب کی خالق ہے اب اس کے بارے میں کیسے ہمیں پتہ چلے کہ وہ ذات کیسی ہے اس کی صفات کیسی ہیں وہ کن باتوں پہ راضی ہے کن باتوں پہ خفا ہے تو اس کا ذریعہ ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اس میں یہ تعین ہے ہماری فقہ میں یہ موجود ہے کہ اقرار میہ کرنا پڑے گا کہ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو حضرت عبداللہ کے بیٹے جو مکہ میں پیدا ہوئے جو ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوئے اور مدینہ منورہ میں جو واصل باللہ ہوئے جن کا روضہ اطہر وہاں موجود ہے جو عربی تھے میں ان کو اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مانتا ہوں یعنی جب آپ بچے کو ایمان سکھاتے ہیں تو یہ تعین ضروری ہے ورنہ محمد نام کے کتنے اشخاص ہیں وہ کس کو رسول مانتا ہے۔ تو جب کلمے میں اس قدر تحقیق اور تعین ضروری ہے۔ تو اسلام کے قبول کرنے کا ایک انداز صرف قبول کا نہیں ہے کفر کے رد کا بھی ہے تو اسلام کے علاوہ جو مذاہب ہیں میں ان کو رد کرتا ہوں وہ صحیح نہیں ہیں تو یہ رد تب ہی ہو سکے گا جب ہم اس کا مقابلی یا متقابلی اندازہ یا جائزہ اپنی حیثیت کے مطابق لیں گے۔ اگر اسی بات کو پرکھا جائے تو بہت کم لوگ ملیں گے جنہوں نے ساری زندگی یہ تکلف کیا ہو کہ میں مسلمان کیوں ہوں اور ہندو کیوں نہیں ہوں یا مسلمان کیوں ہوں اور عیسائی کیوں نہیں ہوں یا میں مسلمان کیوں ہوں اور یہودی کیوں نہیں اور بھی تو مذاہب ہیں اور بھی تو ہو سکتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ بیشتر حضرات مسلمان ہونے کے باوجود اسلام پر عمل کرنا نہ صرف پسند نہیں کرتے بلکہ فرماتے ہیں کہ اس پر عمل ممکن ہی نہیں یعنی اس پر عمل ہو ہی نہیں سکتا یعنی جب ایک چیز ہے ہی ناقابل عمل اسے آپ بحیثیت مذہب قبول کیوں کرتے ہیں کتنی عجیب بات ہے کہ ایک چیز کو آپ قابل عمل سمجھتے ہی نہیں تو اسے بحیثیت مذہب قبول کرنے کا کیا فائدہ ہے ایسا کام جو عملاً ممکن ہی نہ ہو اسے اپنی نجات کا سبب بنا لینا کیسی بے تکی بات ہے یہ کیوں ہوتا ہے صرف اس لئے کہ وہ مسلمان ہیں پیدائش کے حادثے کی وجہ حادثاتی طور پر ہم مسلمانوں کے گھروں میں پیدا ہو گئے ہیں ہم نے مسلمانوں جیسا نام پایا والدین کو اسلام پر عمل کرتے یا قبول کرتے پایا اس معاشرے میں پلے بڑھے ہم نے کہا مسلمان ہیں اس سے زیادہ نہ ہم نے اسلام ہی کو پرکھا نہ اسلام کے خلاف کسی طرز حیات کو پرکھا کہ ہم اسلام کو ترجیح دیتے اور اسے بہتر سمجھتے اگر ہم اسے ترجیح دیتے بہتر سمجھتے تو ہم اسے عملی زندگی میں اختیار بھی کرتے اگر ہم اس کو بہتر راستہ سمجھتے تو پھر ہم اسے اپناتے بھی جب ہمیں اس

سے کوئی غرض ہی نہیں رہی ہم نے اس کو پرکھا ہی نہیں تو پیچھے ایک ہی راستہ رہ گیا کہ جو چیز ہمارے نفس کو بھائی جس چیز کی لذت ہمیں پسند آئی جس کی رنگت ہمیں پسند آئی جو انداز ہمیں پسند آیا زندگی بھر ہم ان چیزوں کی جستجو میں اور ان کے حصول میں سرگرداں رہے اور اس طرف سے مطمئن رہے کہ ہم مسلمان ہیں ٹھیک ہے یہ کام ہو جائے گا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان ہونے کے باوجود ہمیں آخرت کا یقین نصیب نہ ہوا گمان کے درجے میں رہا کہ بھئی بڑے بوڑھے کہتے ہیں قیامت ہو گی۔ قیامت کو حساب کتاب ہو گا پتہ نہیں ہو گا یا نہیں ہو گا۔ بھئی کہتے ہیں ہو گا۔ اس میں عمر بسر ہو گئی۔

تو ہمارا یہ جو انداز ہے اس نے ہمیں عملی زندگی میں بہت پیچھے پھینک دیا رب جلیل اسی پر ارشاد فرماتے ہیں کہ لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ یہ کہہ دینا کہ میں مسلمان ہوں یہ کافی ہے اور انہیں پرکھا نہیں جائے گا۔ حالانکہ انسان کی تاریخ انسان کے سامنے ہے۔

لَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ۔ جو بھی ان سے پہلے بحیثیت قوم بحیثیت امت بحیثیت فرد جو بھی ان سے پہلے دنیا سے گزرا ہے کیا اس کو پرکھا نہیں گیا اور کیا اس کی دنیوی زندگی میں تمہیں اس کے اچھے اعمال کے اچھے نتائج اور برے اعمال کے برے نتائج دنیوی زندگی میں تم نے مشاہدہ نہیں کر لیا جس راستے پر کوئی چلا ہے جو اللہ کی راہ پر چلا ہے یا انبیاء کی راہ پر چلا ہے دین پر جو چلا ہے اسے جو عزت جو رفعت جو سکون جو اطمینان دنیا میں نصیب ہوا ہے یا جس نے اس راہ کی مخالفت کی ہے نافرمانی کو اپنایا ہے اسے جو ذلت یا تباہی دنیا میں ملی ہے کیا یہ تاریخ عالم میں آپ لوگوں کے سامنے نہیں ہے۔ اور

فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ۔

اور یہی آزمائش ہے جو اس بات کو ظاہر کر دے گی کہ کس کس نے سچ کہا یعنی جب اس نے کہا کہ اے اللہ میں آپ کی عظمت پر ایمان لاتا ہوں تو کیا اس نے سچ کہا اور یہ بھی پتہ چل جائے گا کہ کون اللہ کی بارگاہ میں بھی آ کر جھوٹ بولتا ہے **ولیعلمن الکذبین۔** جھوٹ بولنے والوں کا بھی پتہ چل جائے گا۔ اس لئے کہ ہر کافر بھی اپنے طور پر یہ کہتا ہے کہ میں اللہ کو راضی کر رہا ہوں بڑی عجیب بات ہے۔ یعنی اللہ کی توحید ہر مشرکانہ مذہب میں بھی موجود ہے ہے ہی اتنا پاک اتنا بلند اتنا عالی کہ اس کی توحید کے بغیر مشرکوں کا بھی چارہ نہیں۔ آپ دیکھیں لاکھوں بتوں کی پوجا کرنے کے بعد ایک عظیم طاقت ایک، مہا دیو بہت بڑا دیوتا ایک آخری دیوتا مشرکین کو بھی ماننا پڑتا ہے کروڑوں چھوٹے چھوٹے بت ماننے کے بعد پھر آخری اسی طرح آپ کسی مذہب پہ بھی آئیں کسی مذہب کا بھی مطالعہ کریں تو بے شمار رسومات خرافات ایجاد کرنے کے بعد بالآخر انہیں ایک ایسی طاقت ماننی پڑتی ہے جو سب پر حاوی ہوتی ہے ورنہ تو تسلسل لازم آتا ہے نا کائنات میں۔ آپ کہتے ہیں یہ دیوی یا دیوتا مجھے دیتا ہے اس کو کون دیتا ہے اس سے بڑا اس کو کون دیتا ہے اس سے بڑا اس کو کون دیتا ہے اس سے بڑا آپ کہتے رہیں یہ تو تسلسل چلتا رہے گا آخر کوئی ایک ایسا بڑا ماننا پڑتا ہے جو آگے کسی کا محتاج نہیں خود اپنے پاس سے سب کو دیتا ہے اور یہی اس کا نشان ہے یہی اس کی صفت ہے تو جب ہر مذہب میں ماننا ہی پڑتا ہے تو پھر کافر کیوں؟

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جھوٹ بولتے ہیں **وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ۔** ایک تو مانتے غلط ہیں وہ مجھے جان ہی نہیں سکتے جو مجھے جانتے نہیں مانیں گے کیا مجھے جاننے کے لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھ چاہئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دل چاہئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھ سے دیکھیں گے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کان سے سنیں گے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل سے پہچانیں گے تب تو وہ مجھے پہچان سکیں گے اس کے علاوہ تو وہ مجھے دیکھ ہی نہیں سکتے جان ہی نہیں سکتے لہٰذا جو تصور بھی بنائیں گے جو تخیل بھی بنائیں گے، وہ جھوٹ ہو گا وہ میری ذات نہیں

ہو گی۔ جو صفتیں بھی میرے ساتھ منسوب کریں گے وہ بھی جھوٹ ہو گا یہ تو حال ہو گیا کافر کا اور مسلمان کلمے کا اقرار کرنے کے بعد جب اس پر عمل نہیں کرتا تو یہ بھی جھوٹ ہی بولتا ہے۔ اقرار تو کیا کہ میں مانتا ہوں ایسا ہی مانتا ہوں جیسا تو ہے جیسا تیرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے تیری الوہیت کو لیکن اقرار کرنے کے بعد جب عمل کی طرف پلٹا تو چھوڑ دیا اللہ فرماتے ہیں دیکھا یہ بھی جھوٹ بول گیا فرماتے ہیں میں تو جانتا ہوں کون کھرا ہے کون کھوٹا ہے لیکن خود مخلوق کو بھی پتہ چل جائے کہ ہم نے کیا کیا۔ یہ نہ ہو کہ اپنے علم پر تو وہ چاہتا کہ دنیا میں بھیجنے کے بغیر دوزخیوں کو دوزخ میں جنتیوں کو جنت میں بھیج دیتا تو اس میں قطعاً" غلطی نہ ہوتی وہی لوگ دوزخ میں جاتے جنہوں نے دنیا میں آکر دوزخ کے عمل کر کے دوزخ میں جانا ہے لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔

ایسا کریم ہے خود جانتا ہے ہمیشہ سے پھر جب عمل کرتا ہے آدمی پھر جانتا ہے لیکن اپنے علم کو اس پر دلیل نہیں بناتا۔ فرشتوں کی ڈیوٹی لگائی ہے کہ جو کام یہ کرے جو بات اس کے منہ سے نکلے لکھ لو روز قیامت وہ اعمال نامہ اس کے سامنے پڑھا جائے گا اس نے یہ بھی کیا یہ بھی کیا۔ ایسے لوگ بھی ہوں گے جو انکار کر دیں گے کفار انکار کر دیں گے وہ کہیں گے یا اللہ ہم نے فرشتے کو نہ دیکھا نہ یہ رجسٹر ہم نے دیکھا نہ ہم نے یہ قلم دوات دیکھا پتہ نہیں یہ کہاں لکھتا رہا کیا لکھتا رہا۔ اللہ فرمائیں گے زبان کو خاموش ہو جاؤ ہاتھ کو پاؤں کو اعضاء کو حکم دیں گے کہ تم بات کرو اس آدمی نے تمہیں کن کن کاموں پہ کس کس مصرف میں کس کس سفر میں چلایا کس کس کام میں ہاتھوں کو لگایا۔ تو وہ ایک ایک بات بتا دیں گے جو کچھ فرشتے نے لکھا ہے اس کی تائید کر دیں گے تو جب اس کی زبان کھلے گی تو وہ اپنے اعضاء سے جھگڑے گا کم بختو! تجھے دوزخ سے بچانے کے لئے میں جھوٹ بول رہا تھا تم کہاں سے اتنے سچے پیدا ہو گئے وہ کہیں گے میاں ہم تو بولنے والے ہی نہ تھے ہمیں تو رب العالمین نے قوت گویائی ہی اس لئے دے دی کہ ہم سچ بیان کریں ہم کیسے جھوٹ بول سکتے ہیں کوئی بولنا ہمارا وصف تو نہیں تخلیقی طور پر کہ چاہیں سچ بولیں چاہیں جھوٹ بولیں۔

جس نے ہر چیز کو قوت گویائی دی تھی اس نے ہمیں بلایا ہی اس لئے کہ سچ بولو اب بولے جا رہے ہیں بولنا تو سچ ہی ہے۔ انبیاء علیہم السلام سے کہیں گے کہ آپ نے بتایا" جی بتایا" کوئی گواہ۔ انہیں ان کی تسلی کراؤ یہ کل جہنم میں یہ نہ کہیں کہ ہمارے ساتھ انصاف نہیں ہوا ہمیں زبردستی جھونک دیا گیا ان کی تسلی کراؤ تو وہ کہیں گے یا اللہ امت محمدیہ گواہ ہے ہماری۔ ٹھیک ہے ان سے پوچھ لیتے ہیں۔ امت محمدیہ پہ سوال ہو گا وہ کہیں گے یا اللہ انبیاء علیہم السلام نے تو تیری بات پہنچا دی تھی ہم اس بات کے گواہ ہیں تم نے ان کا زمانہ پایا نہیں' اللہ وہ تو نہیں پایا تمہیں کیسے پتہ ہے ہمیں تیرے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا اس نے ہمیں تیرا کلام دیا اور تو نے ہمیں بتایا کہ انہوں نے یہ کیا تھا اللہ کہے گا تمہاری شہادت سچی ہے تمہارا ذریعہ تو مضبوط ہے۔ کفار بھی لاجواب ہو جائیں گے بات تو ثابت ہو گئی۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ اس حد تک ہو گا کہ بدن اور روح آپس میں لڑ پڑیں گے۔ روح کہے گی خدایا میں تیرے پاس رہی تو نے مجھے بدن میں بھیجا تو پھر میں تیرے پاس آ گئی۔ جب تک تو تیرے پاس تھی کوئی گناہ ہے؟ بدن کو چھوڑ کر واپس آ گئی کوئی گناہ ہے؟ صرف بدن میں رہنے کی سزا ہے تو اس موذی کو سزا دے۔ میرا کیا جرم ہے۔ پھر مجھے جہنم میں کیوں بھیجا جاتا ہے یعنی میرا تو ایک ریکارڈ ہے جب تک میں اس بدن میں نہیں گئی میں نے خطا نہیں کی۔ جب میں واپس آپ کی بارگاہ میں آ گئی بدن کو چھوڑ کر میرا کوئی جرم نہیں ہے تو جو اس نے کئے ہیں اس کی سزا مجھے کیوں دی جاتی ہے اس موذی کو بھیجو جہنم میں۔

بدن کہے گا اللہ اس سے یہ پوچھ کہ جب تک یہ مجھ میں نہیں آئی میں نے کیا خطا کی اور جب یہ مجھے چھوڑ کر

چلی گئی میں نے کون سا گناہ کیا سارا فساد اس کا ہے اس کے آنے سے پہلے بھی میری کوئی خطا نہیں اس کے جانے کے بعد بھی کوئی غلطی نہیں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ کریم فرماتے ہیں اچھا جھگڑو نہیں تم انصاف کرو میں تمہیں جج بناتا ہوں تمہیں ایک نظارہ دکھاتا ہوں اسے دیکھ کر تم انصاف کرو۔ تو ان کے سامنے ایک باغ آ جائے گا۔ حدیث شریف میں اس طرح کی تفسیر ہے۔ دو آدمی ہوں گے ایک اندھا ہو گا لیکن اس کا وجود سالم ہو گا۔ دوسرے کی آنکھیں ہوں گی لیکن وہ اٹھ نہیں سکتا ہو گا اس کا وجود جو ہے اپاہج ہو گا۔ تو وہ دونوں وہاں پہ بیٹھے دیکھ رہے ہوں گے یا گزر رہے ہوں گے تو وہ جو اپاہج ہے اس اندھے سے کہے گا کہ سبحان اللہ کیا بہار آئی ہے یار عجب جگہ پہنچ گئے ہیں ہم کتنے خوبصورت درخت ہیں اور کتنے لذیذ پھل ہیں ان پر وہ کہے گا بھئی ہوں گے لیکن میں تو نہیں دیکھ سکتا ہوں مجھے کیا خبر کہ کہاں پھل لذیذ ہے یا پکا ہوا ہے یا کچا ہے میں تو نہیں دیکھ سکتا وہ کہے گا یار یہ چھوڑنے کے لائق نہیں ہے یونہی یہاں سے گزر جانا اور انہیں نہ کھانا یہ تو اپنے آپ کے ساتھ زیادتی ہے۔ وہ کہے گا بھئی مزے دار ہیں تو تجھے نظر آتے ہیں مجھے سرے سے نظر ہی نہیں آتے وہ کہے گا نظر تو آتے ہیں میں وہاں تک پہنچ ہی نہیں سکتا اچھا وہ کہے گا ایسا کرتے ہیں میں تجھے اٹھا لیتا ہوں تو مجھے بتا دائیں بائیں چلتا ہوں جہاں تو کہے گا رک جاؤں گا۔ تو تو توڑ لینا لیکن دونوں کھائیں گے۔

چنانچہ وہ اسے اٹھا کر چلتا ہے پھل توڑتے ہیں بیٹھ کر بانٹ کر کھاتے ہیں اللہ کریم فرماتے ہیں روح اور بدن سے دیکھو ان میں کس کو سزا دی جائے یا اللہ دونوں بدمعاش ہیں اللہ کریم فرمائیں گے یہی حال تم دونوں کا ہے اگر وجود نہ ہوتا تو لذات مادی سے روح کو کوئی تعلق نہیں تھا اور اگر روح نہ ہوتی تو بدن انہیں حاصل نہیں کر سکتا تھا لہٰذا تم نے مل کر کیا ہے مل کر بھگتو۔

یہ اس کے انصاف کی شان ہے کہ ایک حقیر مخلوق کو اس کے کردار کی سزا یا اس کی اپنی کمائی کی سزا دینے کس قدر اس کے ساتھ شفقت برتتا چلا جاتا ہے اور اپنی کبریائی کی عظمت کتنی عزیز ہے اسے کہ میری عظمت پہ داغ نہ آئے کوئی فریادی جہنم میں یہ نہ کہے کہ مجھے "ظلماً" پھینک دیا میرے ساتھ زیادتی ہوئی۔

تو میرے بھائی جب یہ انداز ہے وہاں تو ہم جو دعوی کرتے ہیں اس کو بھی پرکھا جائے گا۔ جو خود فرماتا ہے وہ اپنے حکم سے مسلط نہیں کر دیتا اس پر شہادتیں فراہم کرتا ہے۔ اس ساری کبریائی اور عظمت کے باوجود اللہ کریم فرماتے ہیں گناہ کا فلسفہ یہ ہے۔ **اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّسْبِقُوْنَا۔** ظلم کرنے والے گناہ کرنے والا اپنے اندر میں یہ سمجھتا ہے کہ اسے اللہ کی پکڑ آئے گی نہیں وہ اللہ کے قابو ہی نہیں آئے گا یعنی کوئی نہ کوئی فرار کا راستہ اس کے ذہن میں ہوتا ہے اگر ذہن میں فرار ہونے کا راستہ نہ ہو اور یہ یقین ہو کہ مجھے اللہ کے روبرو پیش ہونا ہے تو گناہ کی جرات نہیں رہتی یہ فلسفہ نافرمانی کا رب جلیل نے خود ارشاد فرمایا کہ گناہ کے پیچھے ایک جذبہ ہوتا ہے کسی نہ کسی پہلو یہ بات ہوتی ہے ذہن میں کہ میں پکڑا نہیں جاؤں گا اور آپ دنیا میں دیکھ لیں کہ جن ممالک میں یہ بات یقینی ہے کہ رشوت سفارش کچھ نہیں چلے گا تو وہاں جرائم کم ہو جاتے ہیں اور یہ اعتماد ہو کہ میری کوئی نہ کوئی سفارش چل جائے گی خواہ سزا بھی ملتی رہے جرائم کم نہیں ہوتے لوگ اس امید پہ کرتے چلے جاتے ہیں۔

یہی فلسفہ دینی اور علمی زندگی کے گناہ کا ہے اللہ کریم فرماتے ہیں۔ جو لوگ برائی کرتے ہیں انہوں نے یہ سوچ رکھا ہے کہ وہ ہمارے قابو نہیں چڑھیں گے کسی نہ کسی طرح بچ نکلیں گے فرمایا۔

بہت برا فیصلہ کیا ہے انہوں نے غلط سوچا ہے انہوں نے کبھی نہیں بچ سکتے کوئی دھاندلی نہیں ہو گی کوئی ناانصافی نہیں ہو گی کوئی زیادتی نہیں ہو گی۔ اس لئے کہ

مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَاءَ اللّٰهِ۔ جنہیں اللہ کے

حضور پیش ہونے کا اعتبار ہے انہیں یقین رکھنا چاہئے **فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰہِ لَاٰتٍ**۔ اللہ کی بارگاہ میں پیشگی ضرور ہو گی۔ یعنی اس پر بھی مت گھبراؤ کہ یہ سارے لوگ تو عیش کرتے ہیں ہم فردہ قیامت کو دیکھ کر بے شمار چیزوں سے رکے ہوئے ہیں تمہارا یہ رکنا ضائع نہیں جائے گا اور جو پرواہ نہیں کرتے وہ اس دن سے بچ نہیں پائیں گے۔ اس کی پیشی بھی ضرور ہو گی۔ ملاقات بھی ہو گی۔ **لِقَاءَ اللّٰہِ**۔ یعنی ہر فرد کو ذاتی طور پر اللہ کے سامنے جواب دینا ہو گا۔ لقاء سے مراد ہوتی ہے روبرو یا جسے آپ انگریزی میں Face to Face کہتے ہیں۔ ایک ہوتا ہے ناپیشی ہوئی بھگتی چلے گئے ایک ہوتا ہے کہ جس کی عدالت ہے اس کے ساتھ خود جس کی پیشی ہے اسے خود بات کرنا پڑے اسے کہتے ہیں لقاء۔ جسے آپ ملاقات کہتے ہیں بالمشافہ بات ہو گی۔ فرمایا جنہیں یہ اعتبار ہے کہ مجھے اللہ کے حضور پیش ہونا ہے ان کو بھی اطمینان رکھنا چاہئے کہ ضرور ہو گا اور جو بھاگ رہے ہیں یا جنہیں گمان ہے غلط انہیں بھی یقین ہو جائے۔

فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰہِ لَاٰتٍ۔ کہ وقت آئے گا **وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ** وہ سن بھی رہا ہے ہر بات کو وہ جانتا بھی ہے ہر کام کو کوئی چیز وہاں پوشیدہ بھی نہیں ہو گی۔ یہ تو ایک پہلو زندگی کا ارشاد فرمایا گیا جو منفی پہلو تھا۔ انکار کا پہلو تھا گناہ کا پہلو تھا ایک دوسرا پہلو ہے گمراہی کا اور وہ اطاعت میں ہے۔

یعنی آدمی تبلیغ کرتا ہے آدمی نماز پڑھتا ہے آدمی نوافل پڑھتا ہے آدمی روزے رکھتا ہے آدمی تلاوت کرتا ہے اور پھر وہ سمجھتا ہے کہ میں نے اللہ کا بڑا کام کیا اللہ پر بڑے احسان کئے اللہ کی تو میں نے اتنی عبادت کی کہ بس اللہ کے میں نے گودام بھر دیئے سجدے کر کر کے اللہ کریم فرماتے ہیں یہ بھی گرفت میں ہے۔ میرا کسی نے کچھ بھی نہیں کیا۔

وَمَنْ جَاھَدَ فَاِنَّمَا یُجَاھِدُ لِنَفْسِہٖ۔ اگر کسی نے مشقت اٹھائی محنت اٹھائی سجدے کئے تہجد پڑھی ذکر اذکار کئے صدقات دیئے جہاد کئے زخم کھائے قربانیاں دیں شہید ہو گیا۔ اپنے لئے انعام پائے گا میرے لئے کچھ نہیں۔ میں اس کا محتاج نہیں ہوں کہ اگر وہ یہ نہ کرتا تو میری کبریائی یا عظمت کم ہو جاتی کوئی ایسی بات نہیں۔ **وَمَنْ جَاھَدَ فَاِنَّمَا یُجَاھِدُ لِنَفْسِہٖ**۔ جو بھی مجاہدہ کرتا ہے محنت کرتا ہے وہ اپنی ذات کے لئے کر رہا ہے مجھ پر احسان کر کے نہیں اور یہ جو ہے نافتنہ یہ اس پہلے فتنے سے شدید ہوتا ہے۔

گناہ میں اور بے عملی میں ایک بات رہتی ہے کہ آدمی کے دل میں کسی حد تک کوئی عجز رہتا ہے کہ میں کام نہیں کر رہا میں غلط کر رہا ہوں اگر ایمان ہی چلا جائے تو الگ بات ہے کچھ رمق ایمان کی ہو تو احساس رہتا ہے کہ میں اگر نماز نہیں پڑھتا تو میں اچھا نہیں کرتا میں نے اگر مال ناجائز کسی کا لے لیا ہے تو میں اچھا نہیں کر رہا مجھے ایسا نہیں کرنا چاہئے۔ کم از کم اپنے آپ کو گنہگار خطا کار اور کمزور سمجھتا رہتا ہے بعض اوقات اس کا یہ احساس ہی بحیثیت توبہ قبول کر لیا جاتا ہے اور اسے نیکی کی توفیق عطا کر دی جاتی ہے لیکن یہ جو عبادت پہ گھمنڈ آ جاتا ہے اس سے آدمی توبہ ہی نہیں کرتا مر جاتا ہے یہ ایسا فتور ہے کہ اگر عبادت کرنے کے بعد اسے اپنی عبادت پہ غرور آ جائے کہ میں نے بڑا تیر مارا میں بڑا پارسا ہوں میں بڑا نیک ہوں میں بڑا فاضل ہوں مجھ جیسا جہان میں کوئی نہیں تو اسی تکبر میں مارا جاتا ہے۔ پھر اسے واپسی کا راستہ ہی نہیں ملتا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرا اوڑھنا ہے بڑائی۔ تو جس کسی نے بڑائی کا اظہار کیا اس نے تو میری چادر میں ہاتھ ڈالا وہ مجھ سے میرا اوڑھنا چھیننا چاہتا ہے۔ **الکبر ردائی**۔ بڑائی تو میری اوپر لینے والی چادر ہے یعنی بڑائی تو سزاوار ہی مجھے ہے اگر کوئی بڑا بننا چاہتا ہے اگر کسی بات پر متکبر ہے تو زیادتی کر رہا ہے۔ فرمایا

جو محنت کرتا ہے مشقت کرتا ہے وہ اپنے لئے اپنے نفس کے لئے اپنی ذات کے لئے کرتا ہے۔

اللہ کائنات سے مستغنی ہے اسے نہ کسی کا انکار نقصان پہنچاتا ہے نہ کسی کے سجدے نفع پہنچاتے ہیں انکار

والے کا نقصان انکار کرنے والے پہ پلٹتا ہے اور سجدے کرنے والے کا ثواب سجدہ کرنے والے پہ پلٹتا ہے جو بھی عبادت کرتا ہے مجاہدہ کرتا ہے نیکی کرتا ہے تو وہ اللہ پر احسان نہیں کرتا۔ ہاں وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جن لوگوں نے اقرار کیا وعدہ کیا اور پھر یہ کوشش کی کہ اس وعدے کو نبھائیں اپنے عمل صالح کر لئے اتباع سنت کو اختیار کیا نیکی کو اختیار کیا اور پھر بحیثیت بتقاضائے بشریت ان سے غلطیاں بھی ہوتی رہیں یعنی آدمی فرشتہ تو نہیں بن جاتا جو نیک ہوتا ہے وہ بھی آدمی ہی ہے تو اس سے بھی غلطی ہو سکتی ہے اس سے بھی گناہ ہو سکتا ہے فرمایا آدمی کے ذمہ یہ ہے کہ اپنا عقیدہ کھرا رکھے آدمی کے ذمے یہ ہے کہ خلوص سے نیکی کی کوشش کرے پھر اگر اس سے گناہ ہو گیا۔

لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ ایسے گناہوں کی ہم پرواہ نہیں کرتے ہم معاف کر دیتے ہیں غصے میں آ کر یا کسی لالچ میں آ کر کسی طرح اس کا پاؤں پھسلا ہے بے چارا انسان تھا کمزور تھا مجبور تھا کر بیٹھا میں ایسے گناہوں کی پرواہ نہیں کرتا۔ ایسے گناہ میں معاف کر دوں گا۔ لیکن شرط یہ ہے کہ آدمی کا عقیدہ درست ہو ایمان درست ہو اور ارادہ بھی درست ہو اطاعت کرنا چاہے گناہ کو پیشہ نہ بنا لے۔

جب لوگوں کے سامنے بات آئے گی جب ان کے سامنے بخشش کے انبار لگیں گے تو پھر انہیں پتہ چلے گا کہ انہوں نے تو بہت تھوڑا عمل کیا تھا میری عطا کس قدر عظیم ہے۔ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَحْسَنَ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ۔ جو کچھ وہ کرتے رہے اس سے کروڑوں گنا بڑھ کر میں انعامات دوں گا۔ یعنی دنیا میں آدمی سجدے کرتا ہے ذکر اذکار کرتا ہے یا تلاوت کرتا ہے یہ سمجھتا ہے میں نے بہت کیا فرمایا جب میں دوں گا انعامات پتہ چلے گا۔ کس نے بہت دیا۔ ہر کرنے والے کو اس کے عمل سے بہت ہی بڑھا کر بہت ہی زیادہ اپنی شان کے لائق عطا فرماؤں گا۔

تو ان دو تین آیات مبارکہ میں اسلام اور کفر نیکی اور گناہ ان کا فلسفہ اور انجام بہت خوبصورت طریقے سے سمو دیا ہے رب جلیل نے قرآن کا اعجاز ہی یہ ہے قرآن کا ایک معجزہ یہ بھی ہے اسے جہاں سے پڑھنا شروع کر دو کوئی آیت پڑھ لو یہ پوری زندگی کی رہنمائی کے لئے کافی ہے۔ یعنی قرآن کے معجزات میں سے ہے۔ یہ سارا ہی ہدایت کے لئے ہے جہاں سے شروع کر لو کوئی ایک آیت پڑھ لو وہ پوری انسانی زندگی پر محیط ہوتی ہے یہ اتنا زیادہ جو تیس پارے اس نے عطا فرمائے یہ محض اس کا کرم ہے کہ اس کے ذاتی کلام کا ایک لفظ اگر اس کی معنوی حیثیت ہم پر آشکارہ ہو جائے تو اس میں اتنی روشنی ہے کہ اس کے سامنے مادی روشنی سورج اور چاند کی روشنی کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

ایک حدیث شریف ہے کہ جنت کی حور اگر آسمان سے ہتھیلی ظاہر کرے تو سورج کی روشنی ماند پڑ جائے اتنی روشنی اس کی ہتھیلی میں ہے اور وہ ایک ادنیٰ مخلوق ہے اللہ کی۔ اور اللہ کے بندوں کی خدمت کے لئے ہے۔

یہ جو الم ہے یہ اس کا ذاتی کلام ہے ایک ایک لفظ اس کا ذاتی کلام ہے۔ مخلوق میں اور اس کی صفات میں کتنا فاصلہ ہے اور جو نور اس میں ہے ایک لفظ کا معنوی نور جو ہے اگر وہ ظاہر ہو تو دنیا اور آخرت کی ساری روشنیاں ماند پڑ جائیں سوائے تجلیات باری کے کوئی بھی اس کے مقابل نہیں ٹھہر سکتا۔ یہ سارے اعجاز ہیں قرآن حکیم کے تو پھر یہ اتنا قیمتی اور اتنا بہت کیوں دے دیا یہ تو اس کا کرم ہے یہی تو اس کا کرم ہے کہتا ہے جب میں دیتا ہوں پھر میں دیتا ہوں اس کا ایک لفظ ساری کائنات کو منور کرنے کے لئے کافی تھا دیکھو میں جب عطا کرنے لگا تو تیس پارے عطا کر دیا یہی تو اس کی عطا ہے نا جب وہ دیتا ہے تو کس قدر دیتا چلا جاتا ہے۔

کیفیات جو ایمان اور اعمال کے بدلے قلوب پر مرتب ہوتی ہیں کہ ایک تسبیح قبول ہو جائے اس کا نور دل میں پیدا ہو جائے تو نجات کے لئے کافی ہے زندگی میں کتنے فرائض کتنے واجبات کتنے نوافل کتنے سجدے کتنی تسبیحات کتنے اذکار اور ہر ذکر پر ایک نئی تجلی ہر لمحے ایک نئی روشنی ہر آن

ایک نیا نور ایک دل کو کیا کیا دیتا چلا جاتا ہے اور وہ کیا کیا کما لیتا ہے یہ زمینیں یہ آسمان یہ عرشوں کی وسعتیں سمٹ جاتی ہیں اور مومن کا قلب پھیلتا اور بڑھتا چلا جاتا ہے اتنا پھیلتا ہے کہ کم از کم درجے کا مسلمان جو سب سے کم درجے کا ہو گا۔ صرف نجات پا کر جنت میں پہنچ جائے گا اہل جنت میں جو سب سے کم درجے کا ہو گا۔ اسے بھی آپ جنت میں دیکھیں گے کہ اس کے پاس جتنی جگہ رہنے کے لئے ہو گی وہ ملک کبیر ہو گا۔

اذا رایت ثم رایت نعیما وملک کبیرا۔ دنیا و مافیھا کو اللہ نے قلیل فرمایا یعنی جو کچھ روئے زمین پر یہ جتنی سلطنتیں ہیں ان سے وسیع تر علاقہ ادنی سے ادنی جنتی کی رہائش گاہ ہو گی۔ اس لئے کہ اس کے قلب کا اس کی روشنیوں کا اس کی نورانیت کا پھیلاؤ ہی اتنا ہو گا کہ جہاں وہ ختم ہو گا وہاں کوئی دوسرا رہ نہ سکے گا۔ جو کچھ اس نے کمایا جو کچھ اسے ملا اس کا۔ جو دائرہ ہو گا جس طرح قمر کی روشنی کا دائرہ ہوتا ہے یا بعض اوقات سورج بادلوں میں آ جائے تو دائرہ بنتا ہے اسی طرح سے جو سرکل اس کی لائٹ کا ہو گا۔ اس سے باہر دوسرا رہے گا نہ؟ تو پھر آپ ان کا اندازہ کر لیجیے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں بعض جنتی ایسے ہوں گے جنہیں نیچے کے درجے کے جنتی دیکھ ہی نہ سکیں گے جیسے اس دنیا میں فرشتوں کو نہیں دیکھتے۔ وہ گزریں گے تو کہیں گے بے چارہ دیکھ نہیں سکا ورنہ مجھ سے السلام علیکم تو لیتا۔ اس قدر ان کے بدن منور اور لطیف ہو جائیں گے کہ اہل جنت بھی جو ادنی درجے کے ہیں ان کے وجود کو عام حیثیت میں دیکھ نہیں سکیں گے۔ تو پھر ان کے لئے کتنی جگہ ہو گی۔ اللہ کریم فرماتے ہیں یہ دنیا اور یہ کائنات یہ آسمانوں کی وسعتیں یہ سورج یہ چاند ستارے یہ آخرت کے مقابلے میں بہت معمولی حیثیت رکھتے ہیں بہت ہی معمولی۔ تو فرمایا جب میں عطا کروں گا جب میں انعامات دوں گا تو پھر پتہ چلے گا کہ تم نے محنت زیادہ کی یا میں نے

دین اور مجبوری

یہ بھی ایک شرط ہے آپ آئندہ تجربہ کریں اور نوٹ کر کے دیکھیں جب کبھی آپ دین کے کام کے لیے نکلیں گے کوئی نہ کوئی مجبوری ضرور آڑے آئے گی، یہ اس لیے نہیں ہوتی کہ آپ کو روک دیا جائے۔ اس لیے ہوتی ہے کہ آپ اس سے پھلانگ جائیں تاکہ اللہ آپ پر اپنی رحمت اور بخشش عام کر دے تو اسے عبور کرنا چاہیئے، اس سے نکل جانا چاہیئے اس کو پس پشت ڈال دینا چاہیئے یہ نہیں کہ اس کو پکڑ کر بیٹھ گیا تو بجائے عطا کے محرومی لے کر بیٹھا جو سبب بخشش کا تھا جو سبب کچھ پانے کا تھا اسی کو محرومی کا سبب بنا لیا۔

(مولانا محمد اکرم مدظلہ)

انعامات زیادہ دیئے۔

ایک مکمل تصویر رب جلیل نے ہمارے سامنے بنا دی اللہ کریم ہمارے قلوب میں وہ روشنی وہ بصیرت پیدا کر دے جو ہمیں اسلام کی افادیت کا قائل کر دے اور وہ نور اور وہ روشنی پیدا کر دے جو اسلام کے علاوہ جو عمل ہوں ان کے نقصان سے ہمیں متنبہ کر دے اور ہمارے باطن میں ایک تمنا پیدا کر دے کہ ہم گناہ سے بچ سکیں اور اطاعت کو اختیار کر سکیں۔ اگر یہ تمنا لے کر ہی ہم دنیا سے اٹھ گئے تو ہم کامیاب ہوئے اور اگر خدانخواستہ کوئی بے خطر ہو گیا بے فکر ہو گیا تو اس نے اپنے ساتھ زیادتی کی کیونکہ بے فکر ہونے سے فردہ قیامت ٹل نہیں جائے گی۔

اسلام کی تلاش

مولانا محمد اکرم اعوان

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اِنَّ الدِّیۡنَ عِنۡدَاللّٰہِ الۡاِسۡلَامُ۔ اللہ جل شانہ کا یہ فیصلہ ہے کہ اس کے نزدیک مقبول و منظور پسندیدہ حق صرف اور صرف ایک دین ہے اور وہ ہے اسلام۔ اسلام کے علاوہ کوئی دین کوئی طرز فکر کوئی نظریہ کوئی راہ عمل کوئی طرز معاش کوئی نظام عدل کوئی بھی نظام تعلیم اللہ کے نزدیک منظور و مقبول اور پسندیدہ نہیں ہے۔ الحمد اللہ ہم چونکہ اللہ کے احسان سے سارے مسلمان ہیں اسلام ہمارا دین ہے ہمارے لئے یہ بات باعث صد افتخار ہے کہ ہم جس راستے پر چل رہے ہیں یا اللہ کریم نے ہمیں جو طرز فکر عطا فرمایا ہے جو عقیدہ جو طرز عمل عطا فرمایا ہے وہ اللہ کا پسندیدہ راستہ ہے لیکن اس میں فکر کی بات یہ ہے کہ سب سے آسان نام اسلام سمجھنے میں سب سے مشکل ہو رہا ہے آج کے دور میں، زمانے کی دوری نے، چودہ صدیوں نے اسلام کے اتنے معانی گھڑ لئے ہیں ایک نام کی اتنی تاویلات آگئی ہیں اتنی تشریحات آگئی ہیں کہ سمجھ نہیں آتی تسلی نہیں ہوتی اعتبار نہیں آتا کہ واقعی اسلام کیا ہے؟ لیکن اس میں کوئی بات گھبرانے کی نہیں ہے بات گھبرانے کی صرف یہ ہے کہ ہم میں کیا اسلام کو سمجھنے کی طلب ہے کیا ہم سمجھنا چاہتے ہیں اگر آدمی خود حق کا متلاشی ہو اور وہ واقعی جاننا چاہتا ہو تو دنیا کا کوئی فریب اس کی نگاہوں سے حق کو چھپا نہیں سکتا۔

اصل مصیبت یہ ہے کہ ہم اپنے دنیوی امور میں متجسس اور متلاشی رہتے ہیں ہمیشہ ایک بندہ ساری عمر کاشتکاری کرتا ہے پھر بھی ہم دیکھتے ہیں کہ جب فصل بونے کا موقع آتا ہے تو مشورہ لے رہا ہوتا ہے جب ہل چلانے کا موقع آتا ہے تو مشورہ لے رہا ہوتا ہے کٹائی کا موقع آتا ہے ساتھیوں سے مشورہ کر رہا ہوتا ہے کہ فصل کاٹ لی جائے یا دو دن بعد کاٹی جائے کیوں آخر؟ جب اس کا باپ دادا سے ایک ہی شغل ہے تو کیوں؟ اس لئے وہ چاہتا ہے کہ اس میں کہیں کوئی کمی کوئی خامی نہ رہ جائے ایک شخص بزنس کرتا ہے اور ساری عمر کرتا ہے وہ جب بھی کسی بزنس مین کے پاس بیٹھتا ہے پھر مشورہ لینے بیٹھ جاتا ہے کہ یہ چیز خریدی جائے یا نہ خریدی جائے فلاں چیز کے اتنے ریٹ مل رہے ہیں بیچ دوں نہ بیچوں۔ باپ دادے سے بزنس مین ہو تجارت کرتے عمر گزر گئی پھر کیا فکر ہے۔ اسے فکر یہ ہوتی ہے کہ ممکن ہے یہ مجھے کوئی بہتر رائے دے دے ممکن ہے میری سوچ میں کہیں کوئی خامی رہ گئی ہو یوں وہ بہتر فیصلے تک پہنچنے کے لئے کوشش کرتا رہتا ہے ہر شعبہ زندگی میں۔ جب بات عقیدے ایمان یا اسلام کی آتی ہے تو ہر بندہ کہتا ہے یار یہ میں جانتا ہوں تو رہنے دے اسے کوئی بتانا بھی چاہے تو ہمارے پاس سننے کے لئے فرصت نہیں ہوتی ہم یہ جانتے ہیں ہمیں یہ پتہ ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ اسلام کی غلط

تشریحات نے لوگوں کو گمراہ نہیں کیا لوگوں میں حق کی طلب کی کمی واقع ہو گئی اس لئے بے شمار غلط تشریحات بھی سامنے آئیں۔ ہر نقل اس وقت کامیاب ہوتی ہے جب اس نقل کو خریدار ملیں اگر اسے کوئی خریدنے والا نہ ملے تو اپنی موت آپ مر جاتی ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اسلام کے نام پر بے شمار دکانیں کھل گئیں سیاست دانوں نے اپنے سیاسی مفاد کے لئے اسلام کو ذریعہ بنایا۔ دولت کے متلاشی لوگوں نے دولت کمانے کے لئے اسلام کے نام کو بیچا بے شمار مادی فوائد کے لئے اسلام کے نام کو بیچا گیا اور عجیب بات یہ ہے کہ جو خود کو مسلمان کہتا ہے اپنے مسلمان ہونے کا اسے اعتبار بھی ہے وہ خود تحقیق نہیں کرنا چاہتا سمجھنا نہیں چاہتا کہ اسلام کیا ہے؟

اسلام سلامتی کا راستہ ہے سادہ سا مفہوم ہے اس کا بالکل سلامتی کا راستہ ہے اس کی بنیاد ایمان کی سلامتی پر ہے کہیں کوئی ذرہ برابر شبہ اللہ کی ذات یا اس کی صفات میں نہ آئے بلکہ اللہ سے جو تعلق ہے وہ ہر طرح سے سلامت ہو کوئی اس میں ٹوٹ پھوٹ نہ ہو کوئی اس میں دراڑ نہ ہو کوئی اس میں کمزوری نہ ہو کہیں کسی جگہ اس میں کوئی رخنہ نہ ہو یہ اسلام ہے کہ بندہ اپنے مالک کو واقعی مالک خالق اپنا ہر طرح کا حاجت روا ہر طرح کا ضرورتیں پوری کرنے والا ہر فریاد سننے والا ہر وقت ساتھ اور ہمراہ ہر حال میں اپنا مالک اپنا معاون اپنا محافظ یقینی طور پر مانتا ہو کہیں کوئی شبہ کوئی رمق شبہے کی یا کوئی کمزوری نہ ہو یہ اسلام ہے۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے کسی فیصلے پر کوئی کدورت دل میں نہ آئے یہ اسلام ہے۔ نبی کو نبی مان لینا صرف اسلام نہیں ہے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو نبی انہوں نے بھی مانا ہے جنہوں نے نہیں مانا۔ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بے شمار لوگ جو کفر پر مرے جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار نہیں کیا وہ بھی دل سے یہ بات جانتے تھے کہ یہ نبی برحق ہے نہ ماننا ان کے وقار کے منافی ان کے مادی مفادات کے منافی تھا ان کے سیاسی اقتدار کے لئے چیلنج تھا اس لئے قرآن ان کے کفر کو کفر جحودی کہتا ہے یعنی دل سے جانتے ہیں۔

یعرفونہ کما یعرفون ابناء ھم۔ اسی طرح پہنچانتے ہیں جس طرح باپ اپنی اولاد کو پہچانتا ہے تو اگر ہم نے بھی صرف یہی مانا کہ نبی برحق ہے لیکن آپ کے فیصلے انہیں نہ مان کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلوں پر دل میں کدورت رکھی تو اسلام تو نہ رہا اسلام کا معنی یہ ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے جو فیصلے فرمائے ہیں جو حکم دیا ہے جس بات سے حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے روکا ہے اس کو روکنے میں اپنی پوری سعی صرف کی جائے اور اگر ان فیصلوں پہ شبہ ہو اگر وہ طبیعت پہ گراں گزریں اگر وہ ناگوار گزریں تو یہ عقیدہ نہ ہوا۔ ایک عام سی بات ہے کہ ہمارے بے شمار دوست نماز پڑھتے ہیں حج کرنے جاتے ہیں تبلیغ پہ جاتے ہیں چلے لگاتے ہیں تسبیحات پڑھتے ہیں لیکن سود کھاتے ہیں اور بڑے مزے سے کھاتے ہیں اور اس کا نام منافع رکھ چھوڑا ہے نام بدلنے سے حقیقت کیا بدل جاتی ہے؟ اگر کتے کا نام دنبہ رکھ دیا جائے تو کیا حلال ہو جائے گا نام بدلنے سے؟ یعنی حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا معاشی نظام انہیں قبول نہیں ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی بھی مانتے ہیں تو یہ اسلام نہیں ہے اس میں سلامتی نہیں ہے وہ رشتہ جو امتی کو اپنے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ ہے وہ سلامت نہ رہا بلکہ قران اعلان جنگ فرما رہا ہے۔

فاذنوا بحرب من اللہ و رسولہ ۔ سود کھانے والے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کے لئے تیار ہو جائیں یعنی اعلان جنگ بھی کر رہا ہے اور نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو بھی مانتا ہے یہ دو باتیں کیسے ہو سکتی ہیں۔ کہا یہ جاتا ہے کہ جی مجبوری ہے فلاں بندہ مرگیا تو بچے چھوٹے ہیں جب سود حرام ہوا تھا اس وقت صرف غنی سود پر لیتے تھے مجبور نہیں لیتے تھے؟ سود کی تو بنیاد ہی مجبوری پر ہے ہر معاشرے میں سود ہمیشہ مجبور ہی لیا کرتا ہے اسلام نے جس وجہ سے حرام کیا ہے اس میں ایک

وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے مجبور کی بے بسی سے ناجائز فائدہ اٹھایا جاتا ہے اسی مجبوری کو اس جواز کی ڈھال بنانا کبھی بھی صحیح نہیں یہ ایک مثال ہے ہمارے کردار کی جو معاشرے میں بہت عام ہے اس کے علاوہ بے شمار ایسی مثالیں ہیں جہاں ہم فیصلے اپنے خود کرتے ہیں ہمارے روزمرہ کے نکاح طلاق کے امور ہوں حتی کے مرنے والے کا جنازہ بھی علاقائی رسومات کا تابع ہوتا ہے سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی پرواہ نہیں کی جاتی آدمی کو سمجھ نہیں آتی کہ کس علاقے میں جنازہ پڑھا جا رہا ہے وہ کیسا پڑھا جائے اور اس میں لوگ کیا کیا کریں گے آدمی جب جنازے میں جاتا ہے تو کنفیوز ہو جاتا ہے کہ پتہ نہیں یہ کیا کیا کریں گے وہ فیصلے وہ طرز فکر وہ معاشی نظام وہ قانون وہ سیاسی نظام جو نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے دیا وہ تو منظور نہیں ہے لیکن ہم مسلمان ہیں یہ سلامتی نہیں ہے اسلام یہ ہے کہ اسلام قبول کرنے کے بعد مسلمان ہر طرح سے سرنڈر کر دیتا ہے اپنے اختیارات حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے قدموں میں پھینک دیتا ہے اپنی رائے سے دست بردار ہو جاتا ہے اور صرف اور صرف اتباع نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اپنی پوری کوشش صرف کر دیتا ہے یہ اسلام ہے اب اس میں اس سے کمی رہ جاتی ہے اور وہ پوری طرح کر نہی پاتا اس سے گناہ سرزرد ہو جاتے ہیں بتقاضائے بشریت انسان ہے خطا کر گزرتا ہے یہ الگ بات ہے اس کے لئے اللہ کی رحمت وسیع تر ہے اس کے لئے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا دامان رحمت وسیع تر ہے بتقاضائے بشریت خطائیں بھی ہوں گی کمیاں بھی ہوں گی گناہ بھی ہوں گے کیوں کہ بندہ کبھی فرشتہ بن نہیں سکتا انسان انسان ہی رہے گا وہ فرشتہ نہیں بن سکتا کہ اس سے کوئی خطا نہ ہو عام آدمی نبوت کی عظمت کو بھی نہیں پا سکتا کہ وہ معصوم ہو جائے لیکن اس کا ارادہ اس کا فیصلہ اس کی جدوجہد اس کی کوشش اس کی محنت اتباع نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہو اب اس میں وہ مطمئن ہو کر بیٹھ رہا اور اسلام کے خلاف زندگی بسر کرتا رہا تو یہ کیا اسلام ہے اسلام سے رشتہ سلامت نہ رہا تو اسلام نہ رہا اس میں ٹوٹ پھوٹ آ گئی ٹوٹا پھوٹا اسلام اسلام نہیں رہتا اسی طرح اللہ جل شانہ نے جو کتاب عطا فرمائی یہ دنیا کی واحد کتاب ہے جس کا کوئی جملہ کسی طرح کے رائی برابر شک کا متحمل نہیں ہے دنیا میں یہ واحد کتاب ہے جس میں ہر سوال کا جواب موجود ہے دنیا میں یہ واحد کتاب ہے جو سیاسیات سے لے کر معاشیات تک اور عدل و انصاف سے لے تعلیمات تک انسان کے ہر اس کام کی رہنمائی کرتی ہے جو زندگی میں ایک فرد کو ایک قوم کو یا ساری انسانیت کو پیش آ سکتا ہے اور یہ واحد کتاب ہے کہ روئے زمین کے ہر انچ پر اس پر عمل کرنا ممکن ہے اور عمل ہو رہا ہے اللہ کے بندے کر رہے ہیں موسمی اثرات سے قبائلی رواجات سے علاقائی تمدن اور تہذیبات سے بالاتر ہو کر اتنا وسیع پلیٹ فارم ہے اس کا کہ پوری انسانیت بیک وقت اس کو اپنا کر آسودگی حاصل کرتی ہے اللہ کی رحمت حاصل کرتی ہے اور دنیا و آخرت دو جہانوں کی فلاح حاصل کرتی ہے لیکن ہمارے پاس یہ صرف مرنے والوں پر پڑھانے کے لئے ہے اس کو اپنانے کے لئے زندہ لوگ تیار نہیں۔ تو اس کے ساتھ ہمارا رشتہ بھی سلامتی کا نہ رہا سلامتی تو یہ تھی کہ ہم اپنے ساری امور کو اس سے حاصل کرتے اپنے سارے نظام اس سے سیکھتے اپنا سارا زندگی کا اسلوب اس سے حاصل کرتے تو اسلام تھا۔

اسلام ان تین سلامتیوں کا مجموعہ ہے ان میں سے جو ایک بھی چھوٹے گی وہ باقی دو کو بھی چھوڑ دینے کے برابر ہے قرآن کا دامن چھوٹ جائے تو اللہ اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننے کا کوئی تصور باقی نہیں رہتا دامان نبوت صلی اللہ علیہ وسلم چھوٹ جائے قرآن کو اور اللہ کو ماننے کا کوئی تصور باقی نہیں رہتا اللہ کی توحید میں دراڑ آ جائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت یا قرآن یا قرآن کی صداقت ماننے کا کوئی تصور باقی نہیں رہتا یہ تینوں ارکان بنیاد ہیں۔ توحید باری کہاں سے ثابت ہوئی؟ نبی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے نبی علیہ السلام نے کیا دیا؟ یہ اللہ کی

کتاب۔ یہ ہے سلامتی کا راستہ اس سلامتی کے لئے ہم نے ہمارے آباؤ و اجداو نے قربانیاں دیں۔ تاریخ کی ستم ظریفیاں بڑی عجیب ہوا کرتی ہیں۔ سردار عبدالرب نشتر مرحوم نے ایک شعر کہا تھا اور بڑا مزے دار تھا پتہ نہیں ان کا منشا کیا تھا اور میں کیا بیان کر رہا ہوں چونکہ شاعر جو شعر کہتا ہے اس کے اپنے ذہن میں ایک اور بات ہوتی ہے اور سمجھنے والے ہر کوئی اپنی اپنی پسند کے مطابق اس کی تشریح کرتا رہتا ہے تو ویسے بات انہوں نے خوب کہی تھی کہ ۔

نیرنگی سیاست دوراں تو دیکھئے
منزل انہیں ملی جو شریک سفر نہ تھے

میں نے اس سے یہ سمجھا کہ اس آزاد ملک کی تحریک اس آزاد ملک کے لئے قربانیاں اس آزاد ملک کے لئے محنت تو علمائے حق نے کی ایک آزاد اسلامی ملک کی بنیاد ان لوگوں نے رکھی جو انگریز کی آمد پر بھی اس سے لڑتے رہے انگریز کے دور اقتدار میں بھی اس سے لڑتے رہے جنہوں نے کالے پانیوں تک سزائیں کاٹیں جن کی عمریں جیلوں میں بسر ہو گئیں جنہوں نے سرکاری خطابات نہ لئے سرکاری جاگیریں جائیدادیں نہ لیں سرکار سے دولت نہ لی عہدے نہ لئے اور گھاس پھوس پر لیٹ کر عمریں بسر کر گئے لیکن اللہ کے دین کے لئے مسلمانوں کے آزاد ملک کے لئے اسلام کے لئے اللہ کے قانون کو رائج کرنے کے لئے جدوجہد کرتے رہے اور وہ دلولہ تازہ نسل بہ نسل منتقل کرتے رہے عجیب بات ہے جب ملک آزاد ہوا تو اس پر حکمران وہ لوگ بنے جو انگریزوں کے جوتے صاف کرتے تھے۔ یعنی

۔ منزل انہیں ملی جو شریک سفر نہ تھے

جنہوں نے قوم کے رگ جان سے خون چوس چوس کر انگریز کے قدم مضبوط کئے اور انگریز کے جوتے صاف کرتے رہے اس کے جوتوں کی خاک سے جاگیریں لیتے رہے اس کے قدموں میں لیٹ لیٹ کر اپنے لئے خطابات اور القابات لیتے رہے وہ اس ریاست کے سربراہ بنے۔

منزل انہیں ملی جو شریک سفر نہ تھے

اور گذشتہ نصف صدی سے وہ اس ملک پر مسلط ہیں۔ وہ اس راستے سے آئے اس راستے سے آئے یا کسی تیسرے راستے سے وہ کسی سیاسی جماعت میں ہوں وہ مسلم لیگ میں ہوں یا پیپلز پارٹی یا کوئی اور سیاسی جماعت ہوں یا وہ کسی بھی عالم بالا سے نازل ہو جائیں معین قریشی صاحب کی طرح آئیں گے وہی لوگ جو انگریز کے یا مغرب کے وفادار' مغرب کے غلام' مغرب زدہ' مغرب کے رنگ میں رنگے ہوئے سرتاپا غلام جو ہیں وہی یہاں حکمران ہوں گے اور اس میں ہمارا بھی کردار ہے۔

یہ سارے لوگ ان جاگیرداروں وڈیروں اور انگریز کے ان غلاموں کی جو اسلام کی راہ میں انگریز کے قائم مقام دیوار بنے ہوئے ہیں اسلام کا راستہ روکے ہوئے ہیں نہیں بلکہ اس کے لئے لڑ رہے ہیں۔

آپ اندازہ کیجئے کہ ہماری قومی اسمبلی میں رات دن ایک دوسرے پر کرسیاں چلتی ہیں لڑائی ہوتی ہے گالم گلوچ ہوتا ہے اپوزیشن ہے حکمران ہیں یہ ہے وہ ہے کسی نے ایک بات اسمبلی سے باہر کہہ دی اکرم ذکی نے کہہ دی یا معین قریشی نے کہہ دی جاوید برکی نے کہہ دی کہ پاکستان میں صدارتی نظام میں ایک کمزوری یہ بھی ہے کہ وہ اسلامی نہیں بلکہ اسلام کے قریب تر ہے جو نظام اسلام کا ہے حکومت کا اس کے قریب تر اگر باقی نظاموں میں کوئی ہے تو وہ صدارتی ہے کہ ایک بندہ امیر ہو پورے ملک کا اور پھر وہ مقرر کرے وزیر یا گورنر اور پوری پبلک کے سامنے وہ جوابدہ ہو اپنے ہر حکم کے لئے۔ تو وہ اسمبلی جو آپس میں ہر وقت لڑتی رہتی ہے وہ دونوں فریق ایک ہو گئے اور اس نظام کے لئے صف بستہ ہو گئے فوراً" ایک گروپ بن گیا۔ "نظام بچاؤ پارلیمانی گروپ" ہاں اسلام نہیں ہے اسلام کا تو وہاں کوئی نام بھی نہیں لیتا تجویز کرنے والے بھی اسلام کے حق میں نہیں ہیں لیکن تھوڑا سا اسلام کی طرف وہ ایک قدم ہے کہ جناب وہ لوگ جو آپس میں ہر وقت لڑتے ہیں اپوزیشن بھی بھول گئی پیپلز پارٹی بھی بھول گئی مسلم لیگ بھی بھول گئی اور سارے

اب ایک پلیٹ فارم پر آگئے کہ جناب نظام بچاؤ گروپ چاہیئے اب ہر بندہ جب بھی بولتا ہے آج نواب زادہ نصراللہ خان قبر کے دہانے پر ہے اور بڑے بڑے علماء طرے رکھ کر بخشوانے جائیں گے کل جنازے میں وہ آج بھی فرما رہے ہیں کہ یہ نظام ہے اسے نہ چھیڑا جائے اگر کوئی خرابی ہے تو اس کے اندر ہی اصلاح کی جائے اور جب مرتے ہو تو کیوں انگریز کو نہیں بلاتے قبر میں جانے کی کیا ضرورت ہے انگریز تو بھٹی میں جلاتا ہے وہاں کیوں نہیں جاتے ہو اپنے لئے بھٹیاں بنواؤ لیکن حیرت ان پہ ہوتی ہے جو خود کو مسلمان کہلواتے ہیں۔

یہ جسے آپ ووٹ دینا کہتے ہیں یہ بیعت امارت ہے اس وقت ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر کی جاتی تھی آج اس پرچی پر نشان لگا کر کی جاتی ہے لیکن یہ بیعت ہے امارت کی کہ یہ بندہ امیر منظور ہے وہاں تو کوئی مسئلہ نہیں پوچھتا کہ ان کی بیعت جائز ہے جو بے دین جو بدکار جو دین کے خلاف جو جاہل جو ظالم جو شرابی جو فاسق و فاجر جو چرسی افیمی ہیروئین کا بیوپاری کوئی بت بیچ رہا ہے کوئی ہیروئین بیچ رہا ہے عجیب بات ہے بتوں کے بیوپاری بھی یہاں سیاست دان ہیں ابھی تک وہ بدھا کے بت نکال نکال کر سمگل کر رہے ہیں اور وہ سیاست دان ہیں اور وہ حکمران ہیں ایم۔ این۔ اے صاحب کی کار سے اتنے من ہیروئین پکڑی گئی کمال ہے یہ ایم این اے کیسے بنے لوگوں نے اس کی بیعت کی امارت کی مسلمانوں نے کی۔ اور اسے پرواہ ہی نہیں لوگ وہاں مسئلہ بھی نہیں پوچھتے کہ باپ دادا نے کہیں بیعت کروا دی یا اس کی بیعت کرنی بھی چاہیئے یا نہیں یا اس کی بیعت جائز ہے بھی یا نہیں اور یہ اس قابل ہے بھی یا نہیں۔ امارت کی بیعت جس کی جاتی ہے اس کے لئے بندہ گواہی دیتا ہے سب سے پہلی گواہی یہ ہوتی ہے کہ اس میں اہلیت و استعداد ہے اس منصب کی دوسری گواہی یہ ہوتی ہے کہ میرے علم کے مطابق یہ دیانت داری سے اپنے فرائض بھی انجام دے گا یعنی چٹ پہ جو نشان لگاتے ہیں جو ووٹ دیتے ہیں یہ محض پیپلز پارٹی کو ووٹ نہیں دے رہے مسلم لیگ کو ووٹ نہیں دے رہے کوئی بھی ہے جسے ہم ووٹ دے رہے ہیں جماعت اسلامی ہے وہ جمعیت علمائے اسلام ہے یا کوئی دینی سیاسی جماعت ہے یا غیر دینی سیاسی جماعت ہے جو بندہ بھی ہمارے سامنے ہے اس کے لئے ہر ووٹ دینے والا اس کی بیعت کر رہا ہے اور یہ بیعت امارت ہے علماء حضرات کو اس بارے فکر کرنی چاہیئے علماء حضرات کو یہ طے کرنا چاہیئے کہ بیعت امارت کیا ہو گی ایک آدمی کو آپ امارت کے لئے رائے دیتے ہیں تو اور بیعت امارت کیا ہو گی اب وہ بندہ جب آگے جا کر اسلامی نظام کے لئے لڑتا ہے اس کا راستہ روکتا ہے تو راستہ کس نے روکا ان لوگوں نے روکا جنہوں نے اس کی بیعت کی کمال ہے مسجد میں آتے ہیں دعا کراؤ دعا کرو اللہ اسلام کی برکات سے نوازے دعا کرو اللہ اسلام لائے اس ملک میں وہاں جاتے ہو تو اسلام کے خلاف بیعت کرکے آجاتے ہو اس کے ذریعے کونسا اسلام آئے گا نتیجہ عمل پر ہو گا یا قول پر ایک آدمی کہتا ہے میری زندگی دراز ہو کھاتا زہر ہے قانون فطرت ہے کہ نتیجہ اس کے عمل پر ظاہر ہو گا۔ زہر کا نتیجہ برآمد ہو گا۔ اگر اسے لمبی عمر چاہیئے تو اسے زہر سے بچنا بھی ہو گا ورنہ اس کی دعا گستاخی شمار ہو گی اور اس کا الگ اس سے محاسبہ ہو گا کہ عمل یہ کر رہا تھا کہ زہر کھا رہا تھا اور تو قانون فطرت کو چیلنج کرنا چاہتا ہے کہ اللہ جو نظام بنا دیا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔

اللہ کی جو تخلیقات ہیں ان میں جو تاثیرات ہیں ان میں جو غیر شعوری طور پر یا جو نہ جانتے ہوئے کھا لینا ایک الگ بات ہے لیکن تو جب جانتا ہے یہ زہر ہے زہر بھی کھا رہا ہے اور دعا کر رہا ہے مجھے لمبی عمر دے یہ مذاق کرتا ہے قدرت کے ساتھ یہی حال ہمارا ہے کہ ہم ہر اس بندے کی بیعت امارت کرتے ہیں جو اسلام کے خلاف جا کر لڑتا ہے۔

یہاں سے ہماری وفائیں جو اسلام کے ساتھ ہیں وہ مجروح ہو جاتی ہیں اگر وہ مجروح ہو جاتی ہیں تو کہاں کا اسلام رہا ہم یہ سمجھتے ہیں کہ نماز پڑھنا اسلام ہے تسبیح پڑھنا اسلام

ہے تلاوت کرنا اسلام ہے روزہ حج عمرہ یہ اسلام ہے باقی دنیاوی معاملات چلتے رہتے ہیں کوئی ایسی بات نہیں ہے اسلام یہ ہے کہ اسلام میں جو عبادات فرض یا واجب یا سنت یا مستحب ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ بندے کا تعلق اپنے رب اپنے نبی علیہ السلام اور اپنی کتاب کے ساتھ مضبوط تر ہوتا چلا جائے یہ حاصل ہے اعمال کا۔ جسے آپ ثواب کہتے ہیں وہ صرف یہ کیفیت ہے اس دنیا میں یہ جو تصور ہے تاکہ ثواب جمع ہو رہا ہے آخرت میں جا کر ملے گا اور عبادت ادھاری مزدوری ہے یہ تصور باطل ہے وہ کریم کبھی خود ادھاری مزدوری نہیں کراتا جو فرماتا ہے مزدور کے ساتھ ادھار مت کرنا اگر مزدور کو مزدوری دینے کے لئے پاس کچھ نہیں ہے تو مزدور کو مزدوری پر مت لگاؤ اپنا کام خود کرو یا مزدور سے اجرت طے کر کے لگاؤ اور پسینہ خشک ہونے سے پہلے اس کی اجرت ادا کر دو تو جو بندے کو یہ حکم دیتا ہے کہ مزدور کی مزدوری اس کی اجرت اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے اس کی اجرت ادا کر دو تو جو بندے کو یہ حکم دیتا ہے کہ مزدور کی مزدوری اس کی اجرت اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے دے دو خود ادھاری مزدوری کراتا ہے یہ تصور ہی باطل ہے ہر عمل کا ثواب ملتا ہے اور اسی دنیا میں ملتا ہے اور وہ ہوتا ہے جذبہ اس میں خلوص اس میں گہرائی اللہ کے ساتھ ایمان میں مضبوطی نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ تعلقات میں مضبوطی کتاب اللہ پر عمل کی توفیق یہ ثواب ہے اور اگر یہ نہیں مل رہا تو اس کا مطلب ہے ہماری نیکیوں پر کوئی ثواب نہیں بن رہا بڑی سادہ سی بات ہے یہ جا کر قبر میں منکشف ہو گی۔

موت اچانک دبوچ لیتی ہے اور قبر قبر نہیں ہے یہ ہمارے کردار کا صندوق ہے جو کھل جاتا ہے آپ کو اپنے اعمال میں جانا ہو گا کیا کرتے رہے صرف دعوے میں نہیں۔

القبر صندوق العمل قبر کردار کا صندوق ہوتا ہے۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ اہل بدر بدر میں شرکت کے بعد جو جی چاہے کریں جنت ان پر واجب ہو گئی یہ اس حدیث کا مفہوم بنتا ہے۔ شارحین حدیث جب اس کی تشریح فرماتے ہیں تو وہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ جو جی چاہے کریں اس میں تو کفر و شرک بھی آ جاتا ہے گناہ کبیرہ بھی آ جاتا ہے تو کیا اہل بدر یہ سب کرتے رہیں فرماتا ہے کافر جنت میں نہیں جائے گا تو وہ فرماتے ہیں مراد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہے کہ اب ان کا جی ہی ان کاموں کو چاہے گا جو اللہ کو پسند ہیں یعنی بدر ہیں شرکت کا ثواب انہیں یہ ملا کہ ان میں وہ ایک کیفیت پیدا ہو گئی کہ جو بات اللہ کو پسند نہیں ہے انہیں وہ پسند ہی نہیں ہے کہ وہ کرنا نہیں چاہتے اسی لئے فرمایا کہ اگر میرے بعد اختلاف رائے ہو اور اس میں اہل بدر میں سے ایک بندہ بھی زندہ ہو ساری امت ایک رائے پہ متفق ہو جائے تو اس اہل بدر کی رائے مختلف ہو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمل اس رائے پر کرنا جو اہل بدر کی ہو اس لئے کہ انہیں فنافی اللہ نصیب ہو چکا ان کی رائے وہ ہو گی جو اللہ کو پسند ہے۔ یہ ہوتا ہے ثواب۔ ثواب کوئی مٹھائی نہیں ہے جو آگے جمع ہو رہی ہے یا کوئی ایسی جنس نہیں ہے جو ایک جگہ ڈھیر ہو رہی ہے کہ ہم نے یہ کام کیا بڑا ثواب ملا انہوں نے تقریر کی بڑا ثواب ملا ہم نے تسبیحات پڑھیں بڑا ثواب ملا ثواب یہ ہے کہ ایک جذبہ بیدار ہوتا چلا جائے جو رشتہ توحید رشتہ رسالت اور عمل بالقرآن کو مضبوط کرتا چلا جائے ورنہ جو سزا کافر کو ملے گی ثواب اسے بھی کہہ دیا گیا ہے۔

قرآن کہتا ہے کہ کافروں کو اور کیا ثواب ملے گا وہی جو وہ کرتے تھے۔ ثواب بدلے کا نام ہے۔ ثواب اس اجر اور اجرت کا نام ہے جو نیکی پر بھی ملتی ہے برائی پر جو سزا ملتی ہے قرآن نے اسے بھی کہہ دیا اس کا مطلب ہے کہ سزا اور جزا میں جو چیز ملتی ہے وہ ثواب ہے اور اللہ جو دیتا ہے وہ نقد دیتا ہے ہر تسبیح پر اجر ملتا ہے ہر سجدے کا الگ اجر ملتا ہے ہر محفل ذکر کا الگ اجر ملتا ہے۔ ہر تبلیغ کا ہر چلے کا الگ اجر ملتا ہے ہر نیکی کا الگ اجر ملتا ہے اور کوئی کام بلا اجرت اللہ نہیں کرواتا ہاں بات یہ ہے کہ اللہ کے لئے کیا

جائے اس میں اللہ کے لئے کام کرنے میں دو شرطیں ہیں اللہ کی کتاب اور نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے طریقے کے مطابق اللہ کے حکم کے مطابق ہے اور اللہ کے حکم کو اس طرح مانا جائے جس طرح نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا ہے یہ دو شرطیں ہیں اور اس کے ساتھ للہیت اور خلوص ہو تو ہر عمل ایک جذبہ دیتا ہے وہ جذبہ کار ہوتا ہے وہ جذبہ ہمیں فکر دیتا ہے کہ ہم کیوں کافرانہ نظام کو قبول کریں ہم کیوں کافرانہ نظام کی تائید کریں ہم کیوں نہ اپنے لئے اپنا نظام حیات تلاش کریں ہم کیوں نہ اسلام کو اس ملک پہ رائج کریں اس میں کیا جرم ہے دنیا کی ہر قوم کو یہ حق حاصل ہے کہ اپنے ملک میں اپنی فکر اپنی رائے اپنے نظریات کے مطابق جیتی ہے آج تک جاپانیوں نے اپنے شہنشاہ کو خدا مانا وہ مانتے رہے کون روک سکتا تھا انہیں اور اب اگر وہ شہنشاہ کو انسان ماننے لگ گئے ہیں تو انہیں کون روک سکتا ہے اب بھی جاپان میں بوڑھی نسل کے لوگ جو ہیں وہ اسے خدا کا اتار سمجھتے ہیں بادشاہ کو۔ کون روک سکتا ہے انہیں کوئی بھی نہیں۔ آج جمہوری نظاموں کو دیکھ لیجئے برطانیہ میں یورپ میں ہر ملک کا اپنا ایک نظام ہے اور سارے جمہوری ہیں لیکن ہر ملک کا نظام ہر ملک کی جمہوریت الگ ہے ان کی اپنی ضرورت اپنے طرز فکر اپنے معاشی اپنے تہذیبی اس تخیل کے مطابق انہوں نے ڈھال لیا ہوا ہے جمہوریت بھی ہے بادشاہ اور ملکہ بھی بیٹھی ہے پارلیمنٹ بھی چل رہی ہے امریکہ میں جمہوریت بھی ہے اور جمہوریت میں صدر صاحب بیٹھے ہیں حکمران بنے ہوئے حتی کہ سوشلزم بیک وقت دو ملکوں میں چائنہ میں ہے اور رشیہ میں تھا بنیادی طور پر دونوں کا سوشلزم الگ رہا چائنہ کا ان کی اپنی ضروریات کے مطابق ہے اور روس کا ان کی اپنی ضروریات کے مطابق تھا۔

ہم اپنے ملک کے لئے اپنے نظریات اپنے ایمان اپنے عقیدے کے مطابق کیوں زندہ نہیں رہ سکتے ہر جگہ سوال ہوتا ہے کہ ملک میں بدامنی ہے قتل و غارت گری ہے کراچی جل رہا ہے کراچی تباہ ہو رہا ہے میرے بھائی یہ بتایئے کہ جو چیز اپنی بنیاد سے اکھڑ جائے جسے عرف عام میں کہتے ہیں کہ ٹانگے کا جو ایکسل ہوتا ہے جس کے ساتھ ٹانگے کے پہیے لگے ہوتے ہیں اسے دھرا کہتے ہیں کہ اب اگر ٹانگہ اس سے الگ ہو جائے تو کیسے چلے گا اسی لئے جو کام غلط کر رہا ہو اپنی بنیاد سے ہٹ جائے تو کہتے ہیں یہ دھرے سے ہی اکھڑ گیا۔ ہماری بنیاد ہے اسلام ہم دھرے سے ہی اکھڑ گئے ہم جینا مغربی انداز میں چاہتے ہیں ہم اپنا عدالتی نظام وہ چلا رہے ہیں جو یورپ کا دیا ہوا ہے ہمارا تعلیمی نظام مغرب کا عطا کردہ ہے ہمارا سیاسی نظام وہ ہے جو مغرب کا عطا کردہ ہے ہمارا معاشی نظام وہ ہے جو یہود کا عطا کردہ ہے اور سارا سودی نظام ہے تو ہم تو دھرے سے ہی اکھڑ گئے اب جب دھرے سے ہی اکھڑ گیا تو وہاں امن کیسے ہو سلامتی کیسے ہو جانوں کا تحفظ کیسے ہو آبرو کی حفاظت کیسے ہو مال و اسباب کیسے بچے اور لوگوں کو امن و سکون کس طرح سے نصیب ہو۔ بنیادی بات یہ ہے کہ سب سے پہلے ہم اپنے آپ کو واپس اس جگہ لائیں جہاں سے ہم ہٹ چکے ہیں اس مقام پر لائیں جس کے لئے یہ ملک حاصل کیا گیا ہے اس مقام پر لائیں جس کے لئے لاکھوں انسان ذبح کروائے گئے اس مقام پر لائیں جس کے لئے ہزاروں دوشیزائیں اغوا کروائی گئیں اس مقام پر لائیں جس کے لئے لاکھوں گھر اجاڑے گئے اس مقام پر خود کو لائیں جس کے لئے ہم نے ہجرتیں کیں اور سب سے بڑی قربانی یہ دی کہ ہمالہ سے دکن تک اور واہگہ سے کلکتہ تک ملک بے چراغ کر دیا۔ ہر گاؤں میں کئی مساجد تھیں اب پورے وسیع ملک میں کہیں آذان کی آواز کو کان ترس جاتے ہیں ہیں الا ماشا اللہ ہاں کہیں چند گھر مسلمانوں کے ہیں وہ بھی ڈرتے ڈرتے آذان کہتے ہیں سارا ملک وہ بلندیاں وہ نشیب و فراز وہ دریا وہ صحرا جس کے ایک ایک انچ پر ہمارے آباؤ و اجداد نے سجدے دیئے جس کے ایک ایک انچ پر مسلمانوں کا خون گرا جس کے ایک ایک انچ پر توحید کے زمزمے گونجے ہم نے اسے چھوڑ دیا۔ بے چراغ کر دیا اور اتنا سا ایک گوشہ لے کر بیٹھ گئے کہ چلو یہی کافی

ہے اس پر ہم اسلام نافذ کریں گے نافذ اس پر بھی نہ کیا تو ہم نے کیا پایا۔ پھر بتائیے ایسی قوم کو کیا دنیا میں سلامتی نصیب ہونا چاہئے کیا ایسے لوگوں کو عزت کی آبرو کی جان مال کی سلامتی ملنی چاہئے نہیں مل سکتی میاں۔ جب تک ہم واپس اس مقام پر نہیں آتے اور جب تک ہم اپنے نماز روزے اور عبادات سے خود کو پالش کر کے صاف کر کے نفاذ اسلام کی جدوجہد میں خود کو شریک نہیں کرتے تب تک ہمارا نمازیوں کا اسلام بھی ادھورا ہے۔

عبادات جن پر ثواب مرتب ہوتا ہے یہ ہم پر (Fatigue) نہیں ہیں یہ ہماری ضرورت ہیں کہ ہم خود کو پالش کریں ان سے اپنے رشتے کو اللہ سے مضبوط کریں اپنے رشتے کو نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے مضبوط کریں اپنی ہر نماز میں صلوۃ والسلام پڑھیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی وفاؤں کا یقین دلائیں اپنے کو ایثار و قربانی کے لئے پیش کریں کیا فائدہ اس صلوۃ والسلام کا جو عطیات میں تو صلوۃ والسلام بھیج رہا ہو اور سلام نماز سے فارغ ہونے کے بعد اس کے دین کے نفاذ کے کام سے فارغ سمجھے خود کو کیا سلام بھیجا اس نے کیا حاصل اس کی سلامتی کا۔ ہم ہزاروں میل کا سفر کر کے جاتے ہیں رو رو کر بیت اللہ میں دعائیں مانگتے ہیں روضہ اطہر صلی اللہ علیہ وسلم پر دھاڑیں مار مار کر روتے ہیں۔ کیا فائدہ اس کا جب ہمارا آنا جانا زاد راہ کمائی سارا نظام ہی سودی ہے لباس کی تار تار میں سود ہے تسبیح کے دھاگے میں سود شامل ہے جائے نماز کے تاروں میں سود شامل ہے۔ ہر کارخانے ہر فیکٹری ہر کار گاہ میں نظام ہی سود پر استوار ہے اس کے لئے ہم کچھ نہیں کر سکتے تو کیا فائدہ ہو گا اس سفر سے کیا فائدہ ہو گا ان دعاؤں سے کیا اثر ہو گا ان نالوں میں۔ ایک رواج ہے خود کو تسلی دینے کا اور عجیب بات ہے ہم بہت نیک اور پارسا وہ ہیں جو الیکشن میں حصہ ہی نہیں لیتے۔ بھئی یہ کہاں کی نیکی ہے ہمارا حصہ نہ لینے سے کیا وہ نظام چل نہیں رہا۔ یہاں تو ایک تماشہ بن جاتا ہے کہ جب میں کہہ رہا ہوں کہ یہ ووٹ دینا بیعت ہے تو بدکاروں کو ووٹ نہ دیا جائے۔ ووٹ نہ دینے کے خلاف بھی بات کر رہا ہوں تو یہاں ووٹ تو نہ دیا جائے لیکن میدان میں کھڑے ہو کر اپنا حق تو مانگا جائے کہ ہم اس نظام کو ووٹ نہیں دیں گے یہاں نظام اسلام لایا جائے انتخابات اس طریقے پر لائے جائیں جن طریقے پر شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم چاہتی ہے۔ ہمیں ووٹ دینے کا موقع مہیا کیا جائے یہ ہم کہہ نہیں سکتے اور کبھی ہم نے کہا ہے جب نہیں تو پھر یہ شکایت کس لئے کہ نماز بھی پڑھتے ہیں تو سکون نہیں ہوتا ذکر بھی کرتے ہیں تو وساوس آتے ہیں مراقبات کرتے ہیں تو شیطانی صورتیں نظر آتی ہیں جو ہمارا کردار ہے اس پر تو یہی پھل لگے گا اور اگر ہم اپنے آپ کو سیدھا کر لیں اللہ کے دین کے نفاذ کے لئے رکھیں عبادات پالش ہیں۔

لکل شی صقالتہ و صقالتہ القلوب ذکر اللہ - او کمال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر شے کی پالش ہوتی ہے اللہ کا ذکر دلوں کی پالش ہے وہ ذکر قلبی ہو ذکر لسانی ہو وہ نماز ہو روزہ ہو حج ہو زکوۃ ہو دین پر عمل عملی ذکر ہے زبان سے تسبیحات لسانی ذکر ہے دل سے اللہ کی یاد قلبی ذکر ہے ہر طرح کا ذکر جو ہے وہ دل کی پالش ہے اب دل کے پالش ہونے کا مقصد یہ ہے کہ وہ صاف اور شفاف ہو کر اس کے تعلقات اللہ سے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ کی کتاب سے مضبوط تر ہوتے چلے جائیں ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم جس خلوص سے نماز ادا کرتے ہیں اسی خلوص کے ساتھ میدان عمل میں نفاذ اسلام کے لئے اپنی محنت پوری کریں۔ نتیجہ کیا ہو گا یہ میرے رب کی مرضی۔ قسمت میں کیا ہے ملک کی اور لوگوں کی یہ اللہ کی مرضی۔ مخلوق کو کیا دیکھنا نصیب ہے یہ ہم ذمہ دار نہیں ہم اس بات کے ذمہ دار ہیں کہ ہماری استعداد ہمارا علم ہماری دولت ہمارے وسائل ہماری طاقت کیا نفاذ اسلام کے کام آئی یا نہ آئی۔ اگر تو ہم نے اپنے چلے سے اپنی تبلیغ سے اپنی تسبیحات سے اپنے اذکار سے اپنی تلاوت سے یہ جذبہ حاصل کر لیا کہ ہم اللہ کے دین کے نفاذ کے لئے میدان عمل میں

اتر سکیں تو ہم نے ثواب کما لیا۔ ہم اگر راستہ چلتے مر جائیں تو بھی شہید ہیں اور اس جدوجہد کا شامل بستر میں مرے تو بھی شہید ہے۔ وہ مہاجر ہے یہی ہجرت ہے حقیقی وہ ہجرت جو مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کو ہوئی فتح مکہ کے بعد ختم ہو گئی اس کے بعد ایک ہی ہجرت رہ گئی کہ اپنے مفادات کو چھوڑ کر دین کی سربلندی کے لئے ہجرت کی جائے مہاجر بن جائے اپنے مفادات سے ہٹ کر دین کی سربلندی کے راستے پہ لگ جائے یہ ہجرت باقی ہے اور یہ قیامت تک رہے گی اور ہر وہ بندہ مہاجر ہے اور ہر وہ بندہ ہجرت کی عظمتوں سے اور مہاجرین کے اجر کا شریک ہو گا جو اس ہجرت کو اپنا لے گا۔ ذکر کا ثواب بھی یہی ہے مسجدوں کا ثواب بھی یہی ہے تلاوت کا ثواب بھی یہی ہے اور جس ثواب کے لئے کوشش کرتا ہے مسلمان مسلمانوں کو چاہیئے اس ثواب کی فکر کریں اسے ناپیں تولیں سجدے کتنے دیئے ثواب کتنا ہے وہ ثواب وہ جذبہ ہے جو بندے کے دل میں پیدا ہو جاتا ہے وہ جذبہ ہے جو اتباع شریعت کے لئے پیدا ہو جاتا ہے وہ جذبہ ہے جو شریعت کو نافذ کرنے کے لئے پیدا ہو جاتا ہے جو احقاق حق کے لئے پیدا ہو جاتا ہے جو باطل کا راستہ روکنے کے لئے پیدا ہو جاتا ہے کسی فرد کی مخالفت کے لئے نہیں کسی معاشرے کی مخالفت کے لئے نہیں بلکہ اسلام انسانیت کو سلامتی کا پیغام دیتا ہے اسلام ہر فرد کی سلامتی کی فکر کرتا ہے اور ہر وہ بندہ جو نفاذ اسلام کی کوشش کرتا ہے وہ انسانیت کی سلامتی کی فکر کرتا ہے اسلام قتل و غارت گری کا نام نہیں کہ مذہبی تفرقہ بازی پہ لوگوں کو قتل کر دیا جائے۔ لوگوں کو مختلف فرقوں میں بانٹ کر آپس میں لڑا دیا جائے۔ یہ قتل و غارت یہ فسادات یہ گھروں کو جلانا یہ اسلام نہیں ہے۔ اسلام سلامتی کا دین ہے اور اسلام ہر فرد کو سلامتی مہیا کرتا ہے حتی کہ کافر کو بھی اسلام انسانی حقوق دیتا ہے اس سے چھینتا نہیں۔ اسے زندہ رہنے کا حق دیتا ہے اس کی آبرو کی حفاظت کا ذمہ لیتا ہے۔ اس کی جان اور مال کی حفاظت کا ذمہ لیتا ہے کافر کو بھی اپنے مخالف کو بھی اسلام سلامتی عطا کرتا ہے

شیخ

شیخ زبردست جذبے کا مالک ہو، مقناطیسی قوت رکھتا ہو۔ اس کے انوار میں اتنی طاقت ہو کہ سالک کی روح کو اپنے انوار کے ذریعے کھینچ کر لے جائے اور توجہ غیبی سے روحانی طور پر سالک کی تربیت کر سکے۔ دلائل السلوک

(حضرت مولانا اللہ یار خانؒ)

ان پہلوؤں پر۔ مشائخ کی برکات' سلسلے کی برکات' ذکر کی برکات' آپ کے مجاہدے کی برکات' یہ ہیں کہ وہ جذبے جواں ہوں وہ فکر جواں ہو ہمارے ذمے اسلام نافذ کرنا نہیں ہے ہمارے ذمے ہے کہ ہمارے وسائل نفاذ اسلام کے لئے کام آجائیں کرنا نہ کرنا یہ اس کا کام ہے ہمیں اقتدار نہیں چاہیئے ہمیں اس سے دولت نہیں چاہیئے ہمیں اس سے کوئی دنیوی مفاد نہیں چاہیئے بلکہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے مفادات ہماری حیثیت ہماری دولت اس راہ میں کام آئے تو وہ ایک ریزرو بنک میں پہنچی جو چیز اس راہ میں کام آگئی وہ اللہ کریم کے نزدیک ایک ریزرو بنک میں پہنچ گئی وہ چیک میدان حشر میں کیش ہو گا جہاں واقعی لوگ مفلس ہوں گے جہاں وہ لوگ غنی ہوں گے جن کی محنت جن کی کوشش اللہ کے دین کے سربلندی کے لئے وقف ہو گئی اللہ کریم ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرمائے ہماری کمزوریاں ہماری خامیاں دور فرمائے ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرمائے ہماری کمزوریاں ہماری خامیاں دور فرمائے ہمارے اصلاح فرمائے اور ہمیں ثواب کی حقیقی لذتوں سے آشنا کرے۔ ہمیں وہ قوت عطا کردے کہ ہم اپنے ثواب کا کوئی پیمانہ بنا سکیں اپنے آپ کو دیکھ سکیں کہ میں نے کیا پایا کیا کھویا میں نے کیا کمایا کیا ضائع کیا اور ایک دعا ضرور کیا کریں میں صبح شام کرتا ہوں۔ اے اللہ اس ملک پر دین نافذ فرما اور ہمیں وہ بہار دیکھنا نصیب فرما وہ قادر ہے اللہ کرے یہ آرزو پوری ہو۔

خود فریبی یا خدا فریبی

صدف اکرم

نئی نسل اور اس کی فکر

کہا یہ جاتا ہے کہ نئی پود بگڑ چکی ہے۔ دین سے دور اور والدین کی نافرمان ہوتی جا رہی ہے۔ مگر ایک بچی کا یہ مضمون بتاتا ہے کہ مسلمان کے گھر آج بھی مسلمان پیدا ہوتا ہے اور ہم بزرگوں کو اسے بگاڑنے میں کافی محنت کرنا پڑتی ہے پھر بھی اس کے اندر ایک کرب انگڑائیاں لیتا رہتا ہے۔ ہمیں خوشی ہوگی کہ اگر نوجوان بچے اور بچیاں اپنی تحریریں بھیجیں تاکہ ان کا نقطہ نظر واضح ہو سکے جن میں بامخالف ہر تحریر ہمارے لئے راہنمائی کا کام دے گی ادارہ انشاء اللہ اس کو شائع کرے گا۔ ادارہ المرشد

یہ مملکت خداداد جس طرح تباہی اور بربادی کی طرف بڑھ رہی ہے اور اس قلعہ اسلام کو جو حالات درپیش ہیں ان حالات نے مجھے یہ مضمون لکھنے پر مجبور کر دیا ہے میں اس بات پر بحث نہیں کرنا چاہتی کہ پاکستان کے داخلی اور خارجی نیز سیاسی حالات کیا ہیں۔ میں صرف اور صرف اس ملک کے مذہبی حالات کو ڈسکس کرنا چاہتی ہوں۔

بچپن سے پڑھتے آئے ہیں کہ یہ ملک اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا۔ مگر آج جبکہ میں سیکنڈ ائیر کی طالبہ ہوں۔ جس طرف نظر اٹھاتی ہوں اسلام کے علاوہ یہاں ہر چیز نظر آتی ہے۔ جب تاریخ اسلام کو پڑھا تو میں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ ہمارے تابناک ماضی کا راز یہ ہے کہ ہمارے اسلاف اپنی ہر شے نفسانی خواہشیں اسلام پر قربان کر دیتے تھے۔ مگر آج ہم اپنی ہر شے پر اسلام کو قربان کر رہے ہیں۔ مسلمان اس وقت سر اٹھا کر' پوری شان سے دنیا پر چھائے ہوئے تھے جب مسجد میں ان کے سجدوں اور صدائے تکبیر سے آباد تھیں۔ مگر آج ہم اپنے مذہبی جوش و ولولے کا اندازہ مسجدوں کی ویرانیوں اور سینما کی رونقوں سے کر سکتے ہیں ہمارے اسلاف میں ہر شخص بیک وقت سپاہی بھی ہوتا ہے۔ باپ کا کردار بھی بخوبی ادا کرتا تھا امامت بھی کرواتا تھا۔ اور ساتھ ساتھ روزگار بھی کماتا تھا مگر آج ہم ان میں سے جب کوئی ایک ذمہ داری اٹھا ہی لیتے ہیں تو نزاکت کا یہ عالم ہوتا ہے کہ Entertainment کے نام پر میوزک سنا جاتا ہے اور انگلش و انڈین فلمز دیکھ کر خود کو Relax کیا جاتا ہے۔ اور جمعتہ المبارک کا دن تو ہے ہی اس مقصد کے لئے جبکہ بزرگان اسلام اپنے ہاتھ سے اپنے سارے کام کرنے کے بعد جب خود کو Entertain کرنا چاہتے یا Relax ہونا چاہتے تھے تو ساری رات عبادت و ریاضت اور قرب الٰہی میں گزر دیتے۔ یہی ان کی Entertainment تھی۔ ہمارے ہاں روزے نہ رکھنا فیشن بن چکا ہے۔ اسلام کی بات کرنے والے کو Backworld کہا جاتا ہے۔

Fundamentleism ایک گالی بن چکا ہے۔ پچیس صفحات پر مشتمل اسلامیات کی کتاب بیس منٹ کے پیریڈ میں پڑھوا کر ہمیں مسلمان بنایا جا رہا ہے۔ قرآن پاک اب ترجمے سے تو درکنار عربی میں پڑھوانا والدین ضروری نہیں سمجھتے کیونکہ اس کا میرٹ جو نہیں ہوتے اور بچہ کون سا کماؤ پوت بن جاتا ہے۔ الٹا ان کو یہ ڈر لگا رہتا ہے کہ کہیں داڑھی رکھ کر ملا نہ بن بیٹھے۔ مائیں نہ خود اسلامی روایات کا جانتی ہیں اور نہ بچوں کے لئے انہیں ضروری سمجھتی ہیں۔ جہاں تک پردے اور احیاء کا تعلق ہے۔ تو مردوں کی غیرت اور عورتوں کی حیاء دونوں دم توڑ رہے ہیں۔ اکبر الہ آبادی فرماتے ہیں۔

خدا کے فضل سے بیوی میاں دونوں مہذب ہیں

حیا اس کو نہیں آتی انہیں غصہ نہیں آتا

کشمیر' بوسنیا' فلسطین اور چیچنیا جل رہے ہیں۔ مٹ رہے ہیں۔ وہاں مسلمانوں کی عزت و غیرت کا جنازہ نکل رہا ہے مگر ہم ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ چلئے وہاں پر تو ہندو اور عیسائی ناموس امت مسلمہ کو تار تار کر رہے ہیں مگر اپنے اس قلعہ اسلام میں اسلام کی باعزت و باحیاء بیٹیوں کی ردائیں محمد بن قاسم اور ٹیپو سلطان کے جانشینوں کے ہاتھوں چھینی جاتی ہیں۔

ذرا سوچئے اگر ہم اپنے اعمال کا جائزہ لیں تو پتہ چلے گا کہ ہم تو اس قابل بھی نہیں کہ مسلمان ہونے کے حوالے سے اپنے رب سے فریاد کر سکیں پھر بھی ہم اس امید پر بیٹھے ہیں کہ جی ہمارا یہ احسان کم ہے کہ ہم مسلمان ہیں اور وہ بھی خیر سے پیدائشی۔ اس لئے غزوہ بدر کی طرح اب بھی فرشتے اتریں ہماری مدد کو مگر میں اس مضمون میں غزوہ بدر کے مسلمانوں اور آج کے مسلمانوں میں فرق بتا چکی ہوں۔ سوچ لیں کہ یہاں وہ اور کہاں ہم۔

ایک دفعہ کسی غیر مسلم نے پاکستان کے دورے کے بعد کہا تھا کہ مجھے خدا پر یقین نہ تھا کوئی ہستی اتنی مہربان ہو سکتی ہے جتنا اسلام میں بتایا جاتا ہے۔ مگر پاکستان کے حالات دیکھ کر مجھے لگتا ہے کہ واقعی کوئی ہستی ہے جو اس ملک کو چلا رہی ہے۔

میں تو صرف اتنا کہوں گی کہ

خبر نہیں نام اس کا کیا ہے خدا فریبی یا خود فریبی

عمل سے فارغ ہوا مسلمان بنا کے تقدیر کا بہانہ

ضرورت اس بات کی ہے کہ اب ہم اپنے اندر سے اپنے مغربی آقاؤں' لسانیت اور فرقہ واریت کے لات و منات کو توڑ کر اپنے دل کو مدینہ بنا لیں۔ امریکہ و یورپ کے تلوے چاٹنا اور ان کے آگے کشکول لے جانا چھوڑ دیں اور وہ سجدہ ادا کریں جو آدمی کو تمام سجدوں سے نجات دے دیتا ہے۔

اے کاش برس جائے یہاں نور کی بارش

ایمان کے شیشوں پہ بہت گرد پڑی ہے

دعائے مغفرت

سلسلہ کے ساتھی مستری محمد یوسف (سیالکوٹ) قضائے الٰہی سے وفات پا گئے۔ ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے

ضروری اطلاع

آئندہ دعائے مغفرت کا اشتہار صرف سلسلہ کے ساتھی کے انتقال پر دیا جائے گا۔

(ادارہ)

ہنر سیکھنا عبادت ہے

مولانا محمد اکرم اعوان

انبیاء علیہم السلام میں یوسف علیہ السلام کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ چار پشتوں سے نبی تھے۔ ابراہیم علیہ السلام، اسحاق علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام اور چوتھی پشت میں حضرت یوسف علیہ السلام تھے اور چاروں پشتیں نبوت سے سرفراز تھیں۔ سورہ یوسف میں ان کا ذکر خیر بیان ہوا ہے اور دو باتوں کی نشان دہی کی گئی ہے ایک اللہ کے بندوں کی اللہ سے حیا کی بات ہے خدا کے سامنے اپنے آپ کو ہر وقت اللہ کے روبرو سمجھنے کی بات ہے۔ جو یوسف علیہ السلام کے کردار سے واضح ہوتی ہے۔ اور دوسری بات ہے کہ دنیا کے طالب یا دنیا دار مناصب یا عہدوں کے خواہش مند لوگ اگر اپنی ساری کوشش بھی کریں تو اللہ کی نعمتوں کو پہنچنے سے نہیں روک سکتے۔ اللہ کریم جس کو جو نعمت پہنچانا چاہتا ہے وہ اسے پہنچ کر رہتی ہے اور حسد کرنے والے لوگ سوائے ندامت اور گناہ کے کچھ حاصل نہیں کرتے۔

یہاں جب اللہ کے خوف اور تقوی اور اللہ کے حضور کی بات آئی تو عزیز مصر کی بیوی جو یوسف علیہ السلام کے حسن کو دیکھ کر اپنے حواس کھو بیٹھی اور اس نے بڑے زور سے انہیں دعوت گناہ دی لیکن اللہ کے نبی تو معصوم ہوتے ہیں۔ ان کی پاک دامنی کا انکار کیا جائے یہ اس نبی کی نبوت کا انکار ہوتا ہے۔ یا غیر نبی اگر معصوم سمجھا جائے اس کا معنی یہ ہے کہ آپ اسے نبی سمجھتے ہیں یعنی عصمت و نبوت اس قدر لازم و ملزوم ہے کہ ہر معصوم نبی ہوتا ہے اور ہر نبی معصوم ہوتا ہے لہٰذا کسی ایسی ہستی کو جو نبی نہیں ہے معصوم کہنا اس سے مراد یہ ہے کہ وہ بندہ اسے بھی نبی سمجھتا ہے اس قدر عصمت جو ہوتی ہے یا پاک دامنی جسے آپ اردو میں کہہ لیں یہ خاصہ ہوتی ہے نبوت کا۔

انبیاء علیہم السلام کے علاوہ صحابہ، علمائے حق، اولیاء اللہ یا اکابر دین بہت نیک بہت اچھے لوگ ہوتے ہیں اور یہ محفوظ ہوتے ہیں یعنی اللہ کی طرف سے اللہ کے بندوں کو ایک حفاظت نصیب ہوتی ہے جو انہیں گناہ سے بچاتی ہے معصوم ہونے میں اور محفوظ ہونے میں فرق یہ ہے کہ معصوم جو ہوتا ہے اس میں سے گناہ کا مادہ ہی نفی کر دیا جاتا ہے وہ گناہ کر سکتا ہی نہیں محفوظ جو ہوتا ہے وہ اس میں گناہ کا مادہ موجود ہوتا ہے مادہ نفی نہیں کیا جاتا لیکن حفاظت الٰہی کے سبب وہ گناہ نہیں کرتا اللہ کی اطاعت کرتا ہے۔

مفسرین نے اور ہمارے اردو میں ترجمہ کرنے والے بڑے بڑے حضرات اکابر اور معروف علماء نے یہاں عجیب و غریب ٹھوکریں کھائی ہیں اس سورۃ مبارک کے ترجمے اور تفسیر میں اور ان باتوں کا کوئی سر پیر نہیں بنتا جو ترجمے میں لکھ دی جاتی ہیں ۔یہاں وَمَا أُبَرِّئُ نَفْسِي إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ اس کا ترجمہ کہ میں اپنے کو پاک صاف نہیں کہتا۔ مذکر ترجمہ کرنے سے یہاں مراد حضرت یوسف

علیہ السلام لئے جاتے ہیں کہ اللہ کا نبی علیہ السلام کہہ رہا ہے کہ میں اپنے کو گناہ سے بری نہیں کہتا برائی سے اپنے آپ کو کلیتہ بچا ہوا نہیں کہتا اور یہ اتنی بڑی جسارت ہے کہ گویا نبی یہ کہہ رہا ہے کہ میں نبی نہیں ہوں۔ یہ سمجھ نہیں آتی کہ کسی ایک نے لکھ دیا بس سارے اسے دیکھ کر نقل کرتے چلے گئے۔ یہ بات یوسف علیہ السلام کی نہیں ہے اور نہ نبی کی ہو سکتی ہے انہوں نے اگلی آیت کے آگے لفظ جو آ رہے ہیں اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ سوائے اس کے جس پر میرا رب رحم کرے اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ اس سے مراد یوسف علیہ السلام لیا ہے لیکن یہ بات بھول جاتے ہیں کہ عزیز مصر یا مصر کے امراء مصر کے رہنے والے لوگ اگرچہ دیندار نہیں تھے لیکن اللہ کی ربوبیت فرشتوں کے وجود اور کچھ جو ادیان سابقہ سے کچھ باتیں ان تک پہنچی تھیں ان کو مانتے تھے اور رب کا تذکرہ کرنا یا اس سے پہلے جب عزیز مصر کو عورتوں نے طعنے دیئے اور انہوں نے کہا کہ عجیب بات ہے کہ حکمران کی بادشاہ وقت کی بیوی ہے اور اپنے نوکر سے عشق کرنے چلی ہے تو اس نے جب وہ طعنے سنے ان کے تو اس نے ان سب کی دعوت کی یہیں پیچھے اس کا ذکر ملتا ہے۔

جب اس نے ان کی وہ باتیں سنیں تو اس نے ان کی دعوت کی۔ اور ان سب کو بڑی عزت و احترام سے بٹھایا اور سب کو فروٹ کاٹنے کی چھریاں دیں انہیں پھل دیئے اور جب وہ پھل کاٹنے لگیں۔ تو یوسف علیہ السلام کو حکم دیا کہ آپ ان کے سامنے آ جائیں۔ ان عورتوں نے انہیں دیکھا تو پریشان ہو گئیں حواس کھو بیٹھیں۔ اور اس قدر حواس باختہ ہوئیں کہ پھلوں کے ساتھ انہوں نے اپنی انگلیاں زخمی کر ڈالیں ہاتھ کاٹ ڈالے اور کہنے لگیں۔ اللہ کی قسم یعنی وہ اللہ کا نام جانتی تھیں۔ اللہ کی قسم مَا هٰذَا بَشَرًا۔ یہ کوئی انسان نہیں ہے یہ کوئی خوبصورت فرشتہ ہے تو مراد میری یہ ہے کہ مصر کے لوگ اللہ سے اس کی ربوبیت سے فرشتوں کے وجود سے ان چیزوں سے واقف تھے۔

اب یہاں دیکھئے پہلی آیات جو آ رہی ہیں یوسف علیہ السلام تو جیل میں چلے گئے بہت لمبا عرصہ جیل میں رہے بادشاہ نے خواب دیکھا اس نے کسی سے کہا اس کی تعبیر پوچھو تو وہ تعبیر والا جو ہے وہ جیل میں حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس تعبیر پوچھنے گیا تو انہوں نے جو تعبیر بتائی وہ سارا تذکرہ ان پہلی آیات میں ملتا ہے جب اس نے آ کر وہ تعبیر بادشاہ کو بتائی تو بادشاہ کو بات بڑی پسند آئی۔

بادشاہ نے کہا کہ انہیں جیل سے لے آؤ۔ تو جب وہ قاصد یا لینے والا وہاں گیا۔ تو یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اس طرح تمہارے ساتھ نہیں آتا ہوں اپنے بادشاہ کے پاس لوٹ جاؤ اور بادشاہ سے کہو۔ پہلے اس واقعہ کی تحقیق کرے جس کی وجہ سے مجھے جیل میں ڈالا گیا ہے ان عورتوں کے جن کے ہاتھ زخمی ہو گئے تھے کٹ گئے تھے ان کو بلا کر پوچھے قصور کس کا تھا اور جیل میں کس کو ڈالا گیا۔ تب میں بادشاہ کے پاس آؤں گا۔ بادشاہ نے ان سب خواتین کو دربار میں بلوایا اور ان سے پوچھا۔ اس نے ان عورتوں کو وہ واقعہ صاف صاف اور صحیح صحیح بتاؤ۔ یوسف علیہ السلام کا اور تمہارا کیا واقعہ تھا کون مجرم تھا قصور کس کا تھا کس کو جیل میں ڈالا گیا۔

تو سب نے کہا اللہ کی قسم ہم نے تو یوسف کا کوئی قصور کوئی جرم نہیں دیکھا تو اس وقت عزیز کی بیوی نے ازخود یہ کہا۔ سچی بات جو ہے وہ ظاہر ہو گئی' بجائے اس کے کہ یہ مجھ پر شہادت دے میں خود اقرار کرتی ہوں۔ میں نے اسے برائی کی دعوت دی قصور وار میں ہوں میں نے اسے برائی پر آمادہ کرنا چاہا۔ وہ اللہ کے صدیق اور صادق بندوں میں سے ہے۔

وہ کہنے لگی یہ میں اس لئے بھی کہتی ہوں کہ خطا تو مجھ سے ہو گئی لیکن یوسف کو بھی یہ خبر ہو جائے کہ وہ یہاں دربار میں موجود نہیں ہے تو بھی میں نے اس پر الزام لگانے کی کوشش نہیں کی اور نہ میں نے تب لگایا تھا یہ تو میرے خاوند نے بات چھپانے کے لئے اس طرح کیا۔ اب وہ

موجود نہیں ہے تو اس کی عدم موجودگی میں میں اس کی خیانت نہیں کرتی اس پر الزام نہیں لگاتی اس لئے کہ اللہ خیانت کرنے والوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ میں اپنے آپ کو بڑی نیک باز بھی نہیں کہتی۔ یہاں یوسف علیہ السلام کا ذکر کہاں سے آگیا ابھی اسی خاتون کی بات چل رہی ہے۔ وَمَا أُبَرِّئُ نَفْسِي۔ میں اپنے آپ کو بڑی نیک اور پارسا نہیں کہتی۔ إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ ہر شخص کا نفس برائی ہی کی خواہش کرتا ہے إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي۔ سوائے ان لوگوں کے جن پر اللہ کا خاص رحم ہو۔ إِنَّ رَبِّي غَفُورٌ رَحِيمٌ اور اگر مجھ سے برائی ہو گئی تو پروردگار بخشنے والا بھی ہے رحم کرنے والا بھی ہے۔ جب یہ بات ختم ہوتی ہے تو قرآن کریم فرماتا ہے کہ اب بادشاہ نے حکم دیا کہ اب یوسف کو بھی دربار میں لے آؤ۔ ابھی تک یوسف علیہ السلام دربار میں نہیں ہیں جب تک یہ سارا مکالمہ ہو رہا ہے تو پتہ نہیں یہ کیوں ترجمے والوں نے اور مفسرین نے ان کے نام لگا دی۔ حق یہ ہے

کہ نبی سے پاک دامنی کا انکار اگر کیا جائے تو یہ نبوت کی نفی ہے اور نبی کے علاوہ کسی کو معصوم کہا جائے تو اس کی نبوت کا اقرار ہے یہاں ٹھوکر لگی مترجمین کو ترجمہ کرنے والوں کو یہ قول عزیز مصر کی بیوی کا ہے۔ جو بات میں آج عرض کرنا چاہتا تھا وہ یہ ہے کہ بادشاہ نے تب حکم دیا۔

ایسے بندے کو تو جو اتنا نیک بھی ہو اتنا پاک دامن بھی ہو اور اتنا ذہین اور اتنا عالم بھی جس نے خواب کی تعبیر بھی ایسی بتائی کہ سب علماء عاجز آگئے تھے بڑے بڑے فضلاء عاجز آگئے تھے اس نے بہت خوبصورت تعبیر بتائی اس کا مطلب ہے کہ ذی علم بھی ہے دانا بھی ہے دیانت دار بھی ہے پاک دامن بھی ہے تو اسے میرے پاس لاؤ ایسا بندہ تو میں اپنے ساتھ رکھوں گا اپنے دربار میں اپنی مصاحبت میں۔ تو یوسف علیہ السلام تشریف لے آئے اور جب بادشاہ نے ان سے بات کی۔

وہ کہنے لگا کہ آج کے بعد ہمارے ساتھ رہو گے اور بہت ہی عزت کے ساتھ تم بہت صاحب اعتبار اور امانت دار ہو۔ تو یوسف علیہ السلام نے فرمایا۔

کہ اگر تم مجھے اپنی کابینہ میں یا اپنی حکومت میں شامل کرنا چاہتے ہو تو ایسا کرو کہ ملک کا وزارت خزانہ جو ہے وہ مجھے دے دو إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ میں حفاظت بھی کر سکتا ہوں اور میں اس فن کو جانتا بھی ہوں۔

گویا اللہ کے نبی یوسف علیہ السلام نے اس کمال کا اظہار فرمایا جو اللہ نے انہیں دنیوی کمال دیا تھا۔ اور اپنی اس اہلیت کا بھی اظہار فرمایا جو ان میں تھی۔ یعنی کسی بھی دنیوی شعبے میں کمال حاصل کرنا دین کے خلاف نہیں ہے بلکہ یہ عین دین ہے کہ اللہ کا تعلق قائم رہے عبادات کے وقت میں عبادت کرے اور علم حاصل کرے جو دنیا میں رائج ہیں۔ انسانی نفع و نقصان کو سمجھنے کے لئے علم کی ضرورت ہے انسانی جسم کی بیماریوں پریشانیوں سے علاج کے لئے اور اسے ان بچانے کے لئے اس علم کی ضرورت ہے عالم انسانیت کے لئے بے شمار آسائشیں سہولتیں حاصل کرنے کے لئے مختلف علوم کی ضرورت ہے تو گویا اللہ کا وہ بندہ جسے اللہ نے ایمان بھی عطا فرمایا ہے اور وہ فرائض و سنن و واجبات عبادات بھی کرتا ہے اور اس کے ساتھ دنیوی کمالات حاصل کرنے کے لئے دنیوی علوم میں محنت کرتا ہے تو یہ عین عبادت الٰہی ہے۔ ہمارے ہاں مصیبت یہ ہے کہ یا تو دین کو بالکل چھوڑ دیا جاتا ہے بندے بنے بنائے صاحب بن جاتے ہیں گلے میں پٹہ ڈال کر اور کوئی پرانا لنڈے کا کوٹ خریدا پھٹی ہوئی پتلون پر دو جگہ سلائی کرائی اور استری کر کے پہن لیا وہ صاحب بن گئے اب نہ ان کا کوئی کلمہ ہے نہ درود نہ نماز نہ روزہ نہ حلال نہ حرام دین کو بالکل چھوڑ دیا دوسری طرف لگ گئے۔ یا پھر جو لوگ دین سیکھنا اور پڑھنا شروع کرتے ہیں۔ وہ ساری عمر صرف دین ہی پڑھتے رہتے ہیں کسی کام کی طرف نہیں جاتے بے شمار طالب علم دینی مدارس میں پڑھتے ہیں بے شمار دینی مدارس میں پڑھاتے ہیں لیکن بدقسمتی یہ

ہے کہ دینی مدارس سے قران حدیث تفسیر فقہ پڑھ کر آنے والے زندگی کے عملی میدان میں ہمیں کہیں نظر نہیں آتے ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے دین سیکھا تھا پھر وہ دنیا کا کوئی کام نہیں سیکھتے تو جتنے بھی دینی مدارس کے لوگ تیار ہو کر نکلتے ہیں یا وہ کسی پہلے مولوی سے مسجد چھین لیتے ہیں یا چندہ برائے مسجد کا بورڈ لگا کر سڑک پر بیٹھ جاتے ہیں اور چندہ کر کے ایک نئی مسجد بنا لیتے ہیں یا پھر کسی مدرسے میں مدرس اور دین پڑھانے پہ لگ جاتے ہیں۔

میرا عرض کرنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ کام نہیں کرنے چاہئیں یا یہ برے کام ہیں کام تو یہ بھی کرنے چاہئیں لیکن جو دینی مدرسہ میں گیا وہ باہر فیلڈ میں نہ آئے تو اس کے دین پڑھنے کا کیا فائدہ۔ دین پڑھنے سے مقصد تو یہ ہے کہ دین پڑھ کے آدمی دوکاندار بنے اور دوسرے دوکانداروں سے ممتاز ہو کہ یہ تودین نہیں جانتے یہ دین جانتا ہے اس لئے دیانتداری سے کام کرتا ہے دھوکا نہیں دیتا غلط قیمت نہیں بتاتا بے شمار شعبے ہیں مثلاً" پولیس ہے لوگ کہتے ہیں پولیس لوٹتی ہے اب یہ جو لوگ دین پڑھتے ہیں یہ پولیس میں بھرتی ہوں رشوت نہ لیں انصاف کریں حرام نہ کھائیں جھوٹ نہ بولیں ظلم نہ کریں مظلوم کی مدد کریں سب کو پتہ چلے کہ جنہوں نے دین نہیں پڑھا وہ اچھے لوگ نہیں ہیں اور جو دین پڑھ کے آئے ہیں یہ کتنے اچھے لوگ ہیں۔ اسی طرح زندگی کے مختلف شعبے ہیں مجسٹریٹ ہے فوج ہے بے شمار سول کے محکمے ہیں تو جو لوگ دین پڑھتے ہیں اگر یہ ساتھ دنیوی علوم بھی سیکھیں اور دین دار افسر بنتے دین دار تاجر بنتے دین دار ڈرائیور بنتے دین دار مکینک بنتے دین دار پولیس افسر بنتے دین دار جرنیل بنتے تو پتہ چلتا کہ جو شخص دین نہیں جانتا اس کا کردار اچھا نہیں ہوتا اور جو دین سیکھ کر آتا ہے وہ باکردار انسان ہوتا ہے یہ دین کا فائدہ ہے دین سیکھنے کا یہ فائدہ ہے اور یہ دنیا میں بھی بہتری ہے اور آخرت میں بھی۔ ظاہر ہے جب دنیا میں نیکی کرے گا تو اللہ کا انعام آخرت میں بھی پائے گا۔ تو ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ دنیا کے کام نہ کرنے کو بڑا نیکی سمجھ لیا جاتا ہے۔ اگر دنیا کے کام نہ کرنے ہوتے تو اللہ کریم انسانوں کو دنیا میں پیدا کیوں فرماتے۔ دنیا میں کام کاج اللہ بناتے کیوں جو لوگ دنیا کا کام نہیں کرتے ان سے آخرت کا کام بھی نہیں ہوتا اس لئے کہ آخرت کا ہر ثواب ہر اجر دنیا کے عمل پر مرتب ہوتا ہے کہ اس نے دنیا میں نیکی کی یا برائی کی

ایک آدمی ساری زندگی کماتا نہیں ہے اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ میں نے ساری زندگی نوافل پڑھے عبادت کی دین پڑھا دین پڑھایا اور لوگوں سے چندے لیتا رہتا ہے تو حدیث شریف میں ارشاد ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لوگ دوسروں کے پیسے پہ عمر گذارتے ہیں دوسروں کی کمائی پہ عمر گذارتے ہیں وہ جتنی عبادت بھی کرتے ہیں میدان حشر میں ان کی نیکیاں ان لوگوں کو دے دی جائیں گی جن کا رزق وہ کھاتے ہیں جو مزدوری کرتے تھے جو مزدوری کر کے پیسہ کماتے تھے ان سے لے کر اگر کوئی ساری زندگی کھاتا رہتا ہے تو جتنی عبادت وہ کرتا ہے وہ اس شخص کا حق بنتا ہے جس نے محنت سے پیسہ پیدا کیا رزق پیدا کیا اور یہ مفت میں لے کر کھاتا رہا۔ بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو لوگ مانگ کر کھاتے ہیں اور مانگ کر کھانے والے میں صرف یہ نہیں جو سڑک پہ کھڑا ہوتا ہے کہ اللہ کے نام پر دے جاؤ جو رسیدیں چھپوا کر شہروں میں بے تحاشہ مانگتے ہیں یہ سارے مانگ کر کھانے والے ہیں وہ اللہ کے نام پر مانگیں مسجد کے نام پر مانگیں درس کے نام پر مانگیں کسی نام پر مانگیں لیتے تو مانگ کر ہیں نا۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مانگ کر کھاتے ہیں میدان حشر میں ان کے چہرے پر گوشت نہیں ہو گا۔ انسانی عظمت یا انسانی وقار اس چہرے کو نصیب نہیں ہو گا جو لوگ مزدوری کرتے ہیں انہیں اگر مزدوری سے ایک وقت کا کھانا ملتا ہے ایک وقت فاقے سے رہتے ہیں تو بھی انہیں انسانی چہرہ اور انسانی عزت اور انسانی وقار نصیب ہو گا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی نے عرض

کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ ایک شخص کے پاس بہت پیسہ ہے وہ لاکھوں خرچ کرتا ہے اک مزدور ہے اس نے سارا دن مزدوری کی اسے ایک وقت کے کھانے کی اجرت نہیں ملی۔ اب وہ خود کھاتا ہے اور اس میں سے دو لقمے بچا کر اللہ کی راہ میں خرچ بھی کر دیتا ہے تو تکلیف تو اس نے زیادہ اٹھائی ثواب وہ زیادہ لے گیا جس نے زیادہ پیسے دیئے۔ فرمایا نہیں ثواب اسی کو زیادہ ملے گا جس نے زیادہ مشقت اٹھائی چونکہ اللہ کو زیادہ کم پیسوں کی ضرورت نہیں ہے اللہ کریم اس جذبے کو دیکھتے ہیں اس خلوص کو دیکھتے ہیں اس محنت کو دیکھتے ہیں جو اللہ کو راضی کرنے کے لئے بندہ کرتا ہے تو دین سے یہ مراد نہیں ہے۔

کہ جو شخص دین پڑھنا شروع کر دے وہ کام بھی نہ کرے وہ گدا کر کے روٹی کھائے اور ساری زندگی چندہ مانگنے اور چندہ منگوانے پہ بسر کر دے اس چندے سے وہ بڑا احسان کرے کہ میں نے اتنے مدرسے بنوائے اتنی مسجدیں بنوائیں اتنے لوگوں کو پڑھایا یہ اسلامی طریقہ حیات نہیں۔ مساجد بنانی ہیں ضرور بنایئے لیکن جو اپنے پاس ہے وہ خرچ کیجئے جو آپ کے دوست اللہ کے نام پر از خود دیتے ہیں اسے خرچ کیجئے آپ کو مانگنے کی کیا ضرورت ہے جب کہ نماز تو عام کھلی مسجد میں پڑھنا بھی جائز ہے اللہ کریم نے ساری زمین کو مسلمان کے لئے مسجد بنا دیا ہے پھر یہ کس نے کہا ہے کہ بندے بندے سے مانگو مسجد کی دیواروں پہ شیشے لگا دو اور اسے سنہری کلس بنا دو اور دو کروڑ روپیہ لگا کر بڑا گنبد بنا دو تو کس نے کہا ہے کہ دو کروڑ چندہ کرو مسجد پہ لگاؤ کیا ضرورت ہے۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں مصر میں ایک مسجد پر کام کرایا گیا تھا اس ساری مسجد کے اندر گلکاری کرائی گئی تھی گورنر مصر نے جب رپورٹ بھیجی تو آپ نے فرمایا کہ یہ جو تو نے مسجد پہ پھول بنانے پہ روپیہ خرچ کیا ہے تیرے باپ کا نہیں تھا یہ مصر کے رہنے والے غریب عوام کا تھا جو دوائی کو اور روٹی کو ترستے ہیں اور تو نے مسجد میں پھول بنوا لئے مسجد کو پھولوں کی کیا ضرورت تھی غریب مفلس آدمی کو اس سے زیادہ کھانے کی ضرورت تھی اور بیمار کو دوا کی اس سے زیادہ ضروت تھی جتنے تو نے مسجد میں پھول بنوائے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ نے منع کر دیا تھا کہ ایسا نہ کیا جائے نقش و نگار کی ضرورت نہیں ہے گرمی و سردی سے بچنے کے لئے اچھی عمارت بناؤ خوبصورت بناؤ لیکن اپنے وسائل کے اندر بناؤ اس کی کیا ضرورت ہے کہ آپ چندہ مانگنے نکل گئے گداکر کر کے دین کو بدنام کردیا۔

لاہور میں انارکلی کے سامنے ایک مسجد بنی ہے بہت بڑا مینار ہے اس کا۔ مولانا احمد علی لاہوری رحمتہ اللہ علیہ کا گزرہوا تو کسی نے انہیں نشان دہی کی کہ حضرت بہت خوبصورت مسجد بنی ہے بہت شاندار مینار ہے اور پورے لاہور میں یہ ایک نشان بن گیا۔ دینی وقار کا سبب ہے انہوں نے دیکھا تو فرمانے لگے عجیب بات ہے۔ ہے تو مسجد مگر اس میں ساری ظلمت اور تاریکی نظر آتی ہے مسجد میں تو نور ہوتا ہے تو حیرت ہوئی سب کو وہ کبھی کبھی اپنے مشاہدات بیان کر دیا کرتے تھے آخری عمر میں زندگی کے آخر تین چار سالوں میں تو جب پتہ کرایا گیا کہ یہ کیا وجہ ہے تو پتہ چلا کہ پڑوس میں قحبہ خانہ ہے اور کنجروں کا سارا محلہ ہیرا منڈی ساتھ ہے۔ مسجد بنانے والوں نے کنجروں سے اور پیشہ ور عورتوں سے چندہ جمع کیا تھا کون سا دین ہے یہ۔ کہ آپ بازاری عورتوں سے پیسے لے کر مسجدیں بنا رہے ہیں یہ کون سا دین ہے۔

دین یہ ہے کہ اللہ کا دین دیکھا جائے اللہ کے احکام اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سیکھے جائیں اور اس کے ساتھ دنیاوی علوم پڑھے جائیں دنیاوی کمال حاصل کئے جائیں اور دنیا میں انسانیت کی مددکرنے کے قابل ہو سکے بندہ یہ نہیں کہ ساری زندگی گداکر کے کھاتا رہے ہماری مصیبت یہ ہے کہ جنہوں نے دنیوی علوم پڑھے انہوں نے دین چھوڑ دیا اور جن خوش نصیبوں کو دین پڑھنا نصیب ہوا انہوں نے دنیا کا سارا کام ہی چھوڑ دیا اور وہ

ساری زندگی ایک گوشے میں بیٹھے ہوئے یہ سمجھتے ہیں کہ ہم مزے کر رہے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ رزق بھیج رہا ہے جو آدمی ناجائز ذرائع سے رزق لیتا ہے اسے اللہ نہیں بھیج رہا ہوتا بلکہ وہ اپنا اللہ کا دیا ہوا رزق ناجائز ذریعہ سے وصول کر کے اللہ کی نافرمانی کر رہا ہوتا ہے حصول رزق کے ذرائع معروف ہیں۔ کاشتکاری تجارت ملازمت اور کاروبار یہ چار معروف ذرائع ہیں روزی حاصل کرنے کے۔ اللہ کریم نے اعضاء اسی لئے دیئے ہیں زبان اسی لئے دی ہے ہاتھ پاؤں اس لئے دیئے ہیں عقل اس لئے دی ہے کہ آدمی ان معروف ذرائع میں سے کوئی ذریعہ اختیار کر کے اپنی روزی کمائے مزدوری کرے یا ملازمت کرے کاشتکاری کرے یا تجارت کرے۔ چاروں معروف ذرائع جو ہیں ان میں سے رزق کمائے پھر ان میں بھی محدود ہیں کہ ملازمت کہاں تک کی جا سکتی ہے مزدوری کس کام کو آپ کہتے ہیں تجارت کی حدود کیا ہیں۔ اس سے بھی اگر بڑھے گا اگر تجارت میں جھوٹ بولتا ہے تو حرام ہو جائے گا ملازمت میں پیسے لے لیتا ہے کام پورا نہیں کرتا وہ رزق حرام ہو جائے گا مزدوری میں اجرت لے لیتا ہے کام دیانت داری سے نہیں کرتا حرام ہو جائے گا۔ کاشتکاری میں دوسروں کی فصل کاٹ کر کھا جاتا ہے حرام ہو جائے گا۔ ان میں بھی حدود ہیں۔

اورایک آدمی کرتا ہی کچھ نہیں لے کر کھاتا ہے تو اس کا رزق کیسے حلال ہو سکتا ہے۔

تو دنیوی کمال حاصل کرنا اور ان کا اظہار یہ کام اگر جرم ہوتے تو اللہ کا نبی علیہ السلام یہاں بھرے دربار میں یہ نہ کہتا۔

اَجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ۔ کہ اے حاکم وقت اگر تو مجھ سے کام لینا چاہتا ہے تو حساب کتاب کا علم اللہ نے مجھے دیا ہے مجھے خزانے کی وزارت دے دے۔

اِنِّیْ حَفِیْظٌ میں یہ کام کر سکتا ہوں میں امانت دار بھی ہوں اور عَلِیْمٌ اور میں اس کام کا علم بھی رکھتا ہوں۔

کہ بندہ دین کا علم حاصل کرے اور اس کے ساتھ دنیا میں رہنے کے طریقے سیکھے کمالات حاصل کرے اور دنیا میں اس سے انسانیت کو نفع پہنچے وہ بنی آدم پر بوجھ بن کر نہ رہے یہ دین ہے۔

HUMAN RIGHTS

اسلام سلامتی کا مذہب ہے اگر کوئی کسی بھی طرز حیات پر زندہ رہنا چاہتا ہے تو اسے اسلام زندہ رہنے کا پورا حق دیتا ہے۔ اسلام میں غیر مسلم کا مال لوٹنا حرام ہے، غیر مسلم کی آبرو لوٹنا حرام ہے۔ اسی طرح غیر مسلم کو قتل کرنا بھی حرام ہے۔ اسلام میں یہ کوئی نیکی یا عبادت نہیں۔

ذرا سوچ کر بتائیے کہ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کا مال لوٹنا، آبرو لوٹنا اور اسے قتل کرنا کس زمرے میں آتا ہے۔

زاغوں کے تصرف میں عقابوں کا نشیمن

ایم صدیقی اویسیؒ

قسط نمبر 1۔ "ہم تو ہر وقت ہی نماز پڑھتے رہتے ہیں"

الحمد للہ۔ مجھے قبلہ حضرت جی کی غلامی میں تیسرا سال ہے لیکن اللہ سبحانہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور مشفق و مہربان مرشد کامل کی نظر کرم سے اس عرصہ میں وہ حاصل ہو گیا جو کم و بیش چالیس سال کی در در کی ٹھوکریں کھا کر بھی حاصل نہ ہوا تھا۔ اپنے مقصود کی تلاش میں بہت سے دروازے کھٹکھٹائے جن کے متعلق یہ توقع ہوتی تھی کہ کسی نہ کسی گھر میں تو کوئی ایسی ہستی موجود ہو گی جس کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر اپنی منزل مقصود کو حاصل کر لوں گا لیکن تقریباً" ہر جگہ سے مایوسی ہی ہوتی رہی۔ جوانی ڈھل گئی۔ بالوں پر بڑھاپے کی سفیدی بڑھتی جا رہی تھی۔ کوشش بسیار (لندن میں بھی ایک شیعہ شاہ صاحب جو نقشبندی ولی اللہ بنا ہوا تھا تین سال ضائع ہوئے اور رب العالمین نے شیعہ ہونے سے بال بال بچایا۔ تقریباً" دس سال قادری سلسلہ کے شاہ صاحب کی غلامی میں گذارے (۲ ہزار تسبیحات ساٹھ دن مسلسل بارہ مختلف اسباق کی تکمیل کیں درود شریف اور کلمہ طیبہ کا خفی ذکر ان تسبیحات کے علاوہ..... شاہ صاحب مجبوراً" پاکستان روانہ ہو گئے تو ایک خلا سا محسوس ہوا اور دماغی پریشانی بڑھتی گئی تو اسی دوران ایک ٹرکش بزرگ شیخ ناظم سے دوستوں نے ملاقات کرا دی.... تین سال کے بعد طبیعت پھر بھی مطمئن نہ ہوئی) کے باوجود مایوسی کا اندھیرا بڑھتا جاتا تھا کہ اچانک امید کی ایک کرن نظر آئی ایک اللہ کے بندے نے وعدہ کیا کہ وہ کسی اللہ کے بندے کو کسی کے ذریعے جانتا ہے جو انشاء اللہ و تعالیٰ نبی پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرا دے گا۔ تقریباً" دو سال اسی انتظار میں گزر گئے ایک مرتبہ پھر دوست سے ملاقات ہوئی تو میں نے حضرت سے ملنے کی خواہش ظاہر کی اور ان کا وعدہ یاد کرایا۔ میری خوش قسمتی کہ حضرت انگلینڈ آئے ہوئے تھے۔

زیارت تو نہ ہو سکی لیکن سلسلہ اویسیہ سے تعارف ہو گیا۔ ذکراذکار میں شمولیت اختیار کی۔ کتابوں کا مطالعہ بھی شروع کر دیا۔ "مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی"

میں گذشتہ! پندرہ سالوں سے کٹر قسم کے بریلوی حضرات کی دل افروز مجلسوں میں باقاعدگی سے حاضری دیتا رہا جو دیوبندی کے پیچھے نماز بھی پڑھنا جائز نہیں سمجھتے تھے۔ دوسری جانب نفس اور شیطان کو موقعہ ہاتھ آ گیا۔ شک و شبہات کے سمندر میں غوطے کھانے لگا اللہ کریم سے دعائیں مانگتا۔ التجائیں کرتا رہا۔ دل خون کے آنسوؤں روتا رہا۔ آخر رب العالمین نے رفتہ رفتہ میرے تمام شبہات ایک ایک کر کے دور کر دیئے۔ جوں جوں میں ذکر کرتا رہا۔ اور حضرت جی کی کتابوں۔ خاص طور پر "تفسیر قرآن" کا مطالعہ کرتا رہا مجھے اپنی منزل نزدیک نظر آنے لگی۔ بے شمار

> فرمایا:۔ جس کی حیات روح پر
> موقوف ہو وہ روح نکلتے ہی مرجاتا ہے
> اور جس کی حیات کا دارومدار اللہ۔ پر ہو
> وہ کبھی نہیں مرتا۔ بلکہ طبعی زندگی سے حقیقی
> زندگی حاصل کر لیتا ہے۔
>
> (حضرت جنید بغدادیؒ)

شک و شبہات کے باوجود حضرت جی کو صرف ایک ہی مختصر سا خط لکھا تھا اور مختصر سے حضرت جی کے جواب نے طبیعت صاف کر دی اب صرف اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ استقامت عطا فرمائے اور احیائے دین کے لئے ہمت طاقت اور توفیق عطا فرمائے اور اس گنہگار کو جو چالیس سال (کم و بیش) کا مختلف پیروں، فقیروں اور جعلی اولیاء کا ذاتی تجربہ ہوا ہے اس سے سادہ لوح مسلمانوں کو خبردار کر دوں۔ نا معلوم کتنے لوگ اب تک نہ صرف قیمتی وقت ضائع کر چکے ہیں بلکہ عزت و ناموس بھی لٹا چکے ہیں۔ خداوند تعالیٰ نے ان جعلی پیروں جادوگروں اور دکانداروں سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

اللہ سبحانہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور قبلہ حضرت جی دام برکاۃ کی دعاؤں کی برکت سے یہ گنہگار زبانی بھی دوستوں، احبابوں کو اس سلسلے میں تبلیغ کرتا رہتا ہے (دین کی تبلیغ کے ساتھ ساتھ) اور "المرشد" کی وساطت سے میری دلی تمنا ہے کہ اپنے ذاتی تجربات ساتھیوں تک پہنچا دوں۔ یہ پہلی قسط ایک میرے شاگرد عزیز سے متعلقہ ہے جن کے ذریعہ میری ملاقات ایک سائیں صاحب سے ہوئی جن کی خدمت میں تقریباً" چار سال میرے بھی ضائع ہوئے اور حاصل تو کیا شاید میں اپنی بیوی کو طلاق ہی دے دیتا۔ اللہ کریم نے ایک بہت بڑے عذاب سے بچا لیا۔

یہ واقعہ 1958ء کا ہے۔ لاہور بی بی پاکدامن کی مسجد کے قریب قبرستان میں سائیں صاحب کی ایک جھونپڑی میں رہائش تھی۔ داڑھی صاف بڑی بڑی مونچھیں۔ گیرو رنگ کا لباس۔ گلے میں موٹے موٹے دانوں کی مالا، ہاتھ میں سوٹی، حقہ منہ میں نماز، روزہ غائب، صرف سانس کے ذریعے اللہ ہو کرتے رہیئے اور درود تاج یاد کر کے روزانہ ایک آدھ مرتبہ پڑھ لیجئے۔ باقی سائیں صاحب آپ کی نعوذ باللہ ہر مشکل آسان فرماویں گے۔ ہاں ہر ماہ ساری رات قوالی میں (جس کو وہ گیارہویں شریف کہا کرتے تھے) شرکت لازمی تھی۔ مریدین چندہ بھی دیتے اور قوالی کا بندوبست کرتے اور دیگ بھی پکاتے۔ سائیں صاحب کی بیوی پر جنات آیا کرتے تھے ایک جن کا نام سلیمان تھا جب کبھی کوئی سائل آتا۔ یا مریض تو اس کو بتایا جاتا کہ تم پر تیرے عزیزوں نے زبردست تعویز کرا دیئے ہیں۔ مائی صاحبہ (سائیں کی بیوی) سائیں صاحب کے دم کرنے کے بعد مجنوں کی طرح حرکتیں کرتیں اور کئی کئی تعویز ہاتھ کی صفائی سے برآمد کر دیتیں سائل کی تسلی ہو جاتی اور پیسے دے کر (کبھی بکرے کا صدقہ کبھی مرغے کا صدقہ اور کبھی نیاز کے پیسے) سائیں صاحب کا بے حد شکریہ ادا کر کے چلے جاتے دوسری مرتبہ دوسرے دوستوں کو بھی سائیں صاحب کے جال میں پھنسا دیتے۔ سالہاسال اسی طرح سائیں صاحب کی بزنس چلتی رہی۔ ماشاللہ 2 شادیاں بھی رچائی تھیں اور بال بچے بھی..... مجھ پر اللہ کریم کا کرم ہوا چار سال کی مایوسی کے بعد ایک صاحب کی معرفت ایک باوا صاحب (لمبے لمبے بالوں والے اور لمبی داڑھی والے) جو کہیں سرگودھا کی ویران پہاڑیوں میں بقول ان کے ذکر اذکار کیا کرتے تھے ملاقات کرا دی اور ساتھ ہی ایک اور شاگرد نے اپنے خسر صاحب جن کی عمر 90 سال سفید ریش اور غالباً" مولانا اشرف علی تھانوی رحمتہ اللہ علیہ کے ایک شاگرد تھے ملاقات کرائی جو انشاء اللہ آئندہ قسط میں تحریر کروں گا۔

اللہ سے ہمکلام ہونا

مولانا محمد اکرم اعوان

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ **يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ۔**

انسان کی اصلاح کے لئے یا اصلاح احوال کے لئے کوئی لمبی تقریریں ضروری نہیں ہوتیں۔

کوئی لمبی تقریر ہمیں پوری سیرت طیبہ میں نہیں ملتی چھوٹے چھوٹے خوبصورت جملے جن کا ہر جملہ پوری انسانی زندگی کی رہنمائی اور رہبری فرماتا ہے اور اگر انسان خود سمجھنا نہ چاہے تو ساری زندگی لمبی تقریریں سن سنا کر کچھ بھی نہیں ہوتا۔ قرآن حکیم کا بھی یہی انداز ہے کہ چھوٹے چھوٹے خوبصورت پر از حکمت جملے ارشاد فرما کر بات کو ختم کر دیا جاتا ہے۔

اس طرح اس آیت کریمہ میں پوری انسانی زندگی کو سمو دیا ہے اور خطاب فرماتے ہوئے ان بندوں کو جو اپنے ایمان لانے کا اقرار کرتے ہیں اور جن کا یہ دعوی ہے کہ ہم مسلمان ہیں ہم ایمان لانے والے ہیں ہم مومن ہیں انہیں بڑی مختصر سی بات بتائی ہے جیسے کوئی بھی راستہ پوچھنے والا کسی شہر کا راستہ پوچھتا ہے تو سب سے صحیح واضح سڑک اگر سامنے موجود ہو تو اسے صرف یہ بتا دینا کافی ہوتا ہے کہ اس سڑک پہ چلتے جاؤ۔ اور لمبی بات تب ہوتی ہے جب بے شمار راستے اسی راستے سے نکلتے ہوں تو پھر بتانا پڑتا ہے وہاں دائیں موڑ آئے گا وہاں بائیں موڑ آئے گا وہاں سے گزرو گے وہاں پل پر جاؤ گے وہاں ایک سڑک پل کے نیچے سے جاتی ہے۔ وہ چھوڑ دینا دائیں والی لینا بائیں والی لینا لیکن اگر سڑک ہی صاف سیدھی اور ایک ہی جا رہی ہو تو صرف اتنا بتانا کافی ہوتا ہے کہ اس راستے پہ جاؤ بس۔

چونکہ دین برحق بہت سیدھا بہت واضح اور بغیر کسی آمیزش کے روشن اور منور راستہ ہے بڑے آرام سے بات بتا دی جاتی ہے کہ اس راستے پر چلو۔ زندگی بے شمار ضرورتوں' بے شمار خواہشات اور بے شمار تمناؤں کے مجموعے کا نام ہے لیکن تمناؤں میں ان کی اہمیت کے اعتبار سے فرق ہوتا ہے اور کبھی ایک چیز کو پانے کے لئے ہم سینکڑوں چیزیں چھوڑنے پہ تیار ہو جاتے ہیں۔

اسی طرح یہ جو نور ایمان ہے یہ اس تڑپ اور اس تمنا کا نام ہے جو کسی انسان کے دل میں اللہ کو اللہ کی رضا کو اللہ کے قرب کو پانے کے لئے پیدا ہو جاتی ہے اور اس پر یہ سوچنا کہ میں تو مسلمان ہوں میں تو نماز پڑھتا ہوں میں تو روزے رکھتا ہوں اور دنیا کا سارا کام اسی طرح سے ہونا چاہئے جس طرح میں چاہتا ہوں میرے سامنے کوئی روکاوٹ نہ آئے مجھ پر کوئی آزمائش نہ آئے کوئی بیماری نہ آئے کوئی مصیبت نہ آئے تو یہ سوچنا ہی سرے سے خلاف اسلام ہے یعنی اسلام کی تو پہچان ہی یہ ہے کہ دھوپ ہو یا گری ٹھنڈ ہو یا سردی رات ہو یا دن مزدور ہو یا سلطان بن جائے

غریب اور مفلس ہو یا شہنشاہ اور دولت مند ہو جائے تو ہر حال میں مسلمان مسلمان ہی رہے دنیا کا کوئی حال اسے اس کے اسلام سے تبدیل نہ کر سکے اب اگر وہ کہے کہ مسلمان ہونے کی بعد کوئی تبدیلی آئی ہی نہیں تو اس کے اسلام کا پتہ کیسے چلے گا اسی لئے رب جلیل نے اپنے بندوں کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا

الذین صبروا ابتغوا وجہ ربھم۔ ایسے لوگ جو اپنے پروردگار کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے بے شمار چیزوں کا نقصان برداشت کرتے ہیں اور صبر اختیار کرتے ہیں اس پہ تڑپتے تلملاتے نہیں ہیں چیختے اور چلاتے نہیں ہیں بلکہ وہ اپنی پسند سے بے شمار چیزیں چھوڑ دیتے ہیں بلکہ وہ اپنی پسند سے بے شمار ایسی خواہشات اور ایسی چیزیں ہوتی ہیں جو وہ چھوڑ دیتے ہیں۔ صرف اس لئے کہ وہ چیزیں اللہ کی رضا کے راستے میں روکاوٹ بننے والی ہوتی ہیں۔

تو یہ سوچنا کہ مسلمان ہو جانے کے بعد یا نمازیں پڑھنے کے بعد یا ذکر کرنے کے بعد یا تلاوت کرنے کے بعد مجھ پر کوئی پریشانی نہیں آنی چاہئے یا کوئی کام میری پسند کے خلاف نہیں ہونا چاہئے یہ تو بندہ بننے والی بات نہ ہوئی یہ تو الٹا فارمولا ہو گیا کہ بندہ ہو کر وہ خود خدا بننا چاہتا ہے۔

۱۹۶۳ء کی بات ہے حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو ہمارے ایک ہم سبق دوست نے خط لکھا بہت اچھے مشاہدات تھے اس کے اور بہت اللہ اللہ کرنے والا تھا تو اس نے بڑی عجیب بات لکھی اس نے یہ لکھا کہ حضرت میں جو دعا کرتا ہوں اکثر وہ پوری نہیں ہوتی کام اس کے خلاف ہو جاتا ہے تو ایسا کیوں ہوتا ہے اور اس کے لئے دعا فرمایئے کہ میری دعا قبول ہو۔ حضرت نے اسے جواب دینے کے بجائے وہ خط مجھے دے دیا کہ اس کا جواب تم دینا۔ میں نے وہ خط پڑھا اور اسے بہت مختصر سا جواب دیا۔ تم بندے ہی رہو اور اللہ کے طالب ہی رہو مشیر بننے کی کوشش نہ کرو۔ اس لئے کہ مدتوں پہلے اس نے کائنات بنائی تھی تم مشورہ دینے کے قابل نہیں تھے چند روزہ تمہاری زندگی ہے اور اس میں بھی تمہارا علم تمہارا تجربہ ادھورا ہے اور قیاس کر کے اللہ کو مشورہ دینا چاہتے ہو تم مرجاؤ گے پھر اسے مشورہ کون دے گا۔ تو یہ جو ادھورے اور ناقص علم کے ساتھ تم مشورہ دینے کی کوشش کر رہے ہو اگر یہ بھی نہ کرو تو بہتر رہے گا۔ اسے اپنا کام خود کرنے دو تم اپنا کام کرو جو تمہارے ذمے ہے تم اس کے راستے پر چلو اس کی اطاعت کرو اس کی طلب رکھو اور اسے پانے کی کوشش کرو یہ تمہارا کام ہے کائنات کو بنانا سنوارنا بگاڑنا بسانا اجاڑنا یہ اس کا اپنا کام ہے اس میں تمہاری مداخلت کی گنجائش نہیں ہے۔

تو یہ جو ہم سوچتے ہیں یہ ایک طرح سے اس کے ذاتی امور میں مداخلت کے مترادف ہے ہم یہ چاہتے ہیں کہ اب ہماری خواہشات کے مطابق نظام کائنات چلے تو یہ بندگی تو نہ ہوئی بندگی تو تسلیم و رضا کا نام ہے بندگی تو قبول کرنے کا نام ہے بندگی حکم چلانے کا تو نام نہیں۔ مانگنا اور بات ہے تمنا کرنا اور بات ہے مانگی تو ہر چیز جا سکتی ۔یہ دعا کرنا تو بجائے خود ایک عبادت ہے بلکہ دعا سوائے صاحب دل لوگوں کے کر سکتا ہی کوئی نہیں۔

دعا کی اصل یہ ہے کہ بندے کو رب سے ہم کلام ہونے کا موقع مل جائے قبول کیا ہوتی ہے اس پر ثواب کیا بنتا ہے اس کا نتیجہ کیا ہوتا ہے جن لوگوں میں دعا کی استعداد پیدا ہو جاتی ہے وہ اس بات سے بالاتر چلے جاتے ہیں انہیں اس سے غرض نہیں رہتی کہ جو میں نے کہا تھا اس کا اثر کیا ہوا انہیں اس سے غرض نہیں انہیں وہ لمحے عزیز ہوتے ہیں جب انہیں بات کرنے کی فرصت نصیب ہو جائے جب انہیں بات کرنے کی مہلت مل جاتی ہے۔ جب انہیں براہ راست رب کریم سے بات کرنے کی سعادت نصیب ہو جاتی ہے تو ان کا گھر جو ہے یا ان کا مطالبہ جو ہے ان کی تمنا جو ہے وہ پوری ہو جاتی ہے اس کے بعد اس کا نتیجہ کیا ہوتا ہے انہیں اس سے غرض ہی نہیں ہوتی شکوہ تو تب کریں کہ کسی بات سے انہیں غرض بھی ہو اور اصل بات بھی یہ ہے کہ بندہ ہو کر اللہ سے ہم کلام ہونا بہت بڑا درجہ ہے بہت

بڑا رتبہ ہے۔

جنت کی نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت جو ہو گی وہ اللہ کا دیدار اور اس سے ہم کلامی کا شرف ہو گا اور جہنم کے عذابوں میں سب سے بڑا عذاب یہ ہو گا کہ نہ اللہ ان کی بات سنے گا نہ وہ اس کی بات سن سکیں گے۔ ان سے بات منقطع کر دی جائے گی۔ نہ وہ دیکھ سکیں گے اللہ کو نہ سن سکیں گے نہ سنا سکیں گے تو اگر کسی کو اس زندگی میں یہ شرف نصیب ہو جائے جو جنت کی بھی اعلیٰ ترین نعمت ہے تو اسے اور کیا چاہیے۔

اتنے اعلیٰ نظریات اتنی بلند نگاہیں اتنا عجیب کردار پانے کے لئے آدمی کرے کیا۔ انسان تو ایسا مجبور و بے بس ہے کہ اسے اس کی ضرورتوں نے خواہشات نے اس کے ماحول نے اس کے معاشرے نے اس کی ذمہ داریوں نے پیس کر رکھ دیا ہے وہ سارا دن ساری رات ہانکتا ہے کبھی کوئی مالی ضرورت ہے کبھی کوئی ذہنی پریشانی ہے کبھی کوئی صحت کا مسئلہ ہے کبھی سیاست کا شور ہے کبھی کچھ ہے کبھی کچھ کیا کرے تو رب جلیل نے اس کا بڑا آسان سا قاعدہ بتا دیا کہ بھئی ایک ایک سوال کا جواب اگر لیتے رہو گے تو اس کے لئے تو بڑا وقت چاہیے۔

• فرمایا **یایھا الذین امنو** - اے وہ لوگو! جنہیں نور ایمان نصیب ہوا ہے **اتقواللہ** اگر اللہ کو مانا ہے تو اس سے حیا کرنا سیکھو۔ مانا کیا مانا ہوا کہ دعویٰ کرتے ہو اللہ کو مانا ہے اور کام اپنی مرضی کے کرتے ہو یہ کیا مانا ہوا اس ماننے کو تم کیا مانا کہتے ہو کہ جب اسے اپنا خالق بھی مالک بھی رب بھی حاکم بھی تسلیم کرتے ہو تو پھر اس سے حیا کرنا سیکھو اس کی کائنات میں اس کے روبرو رہتے ہوئے اس کی نافرمانی تو نہ کرو۔ **اتقواللہ** اگر مانا ہے تو حیا بھی سیکھو اور اگر تمہیں اس سے حیا ہی نہیں آتی تو تم نے کیا مانا۔

اور آسان اور سہل ترین نسخہ یہ ہے کہ **کونوا مع الصدقین**۔ صادقین کے ساتھ لگ جاؤ۔ سیدھا ایک ہی نسخہ ہے آسان ترین کہ جب ہوش سنبھالو جب معاشرے میں کوئی راستہ اپنانے لگو تو صادقین کی راہ اپنا لو ان کے ساتھ ہو جاؤ زندگی کے ہر قدم میں ان کے نقش قدم پر چلو۔ کوئی مشکل کام نہیں ہے کوئی لمبی بات نہیں ہے۔

رہ گئی یہ بات کہ صادقین کون لوگ ہیں یہاں تو ہر خانقاہ کا ہر مکتب فکر کا ہر عقیدے کے آدمی کا دعویٰ یہ ہے کہ میں صادق ہوں۔ تو لفظ صداقت یا صدیق یا صادق یا صدیقین یا صادقین قرآن حکیم میں یہ لفظ جہاں بھی الٹ پلٹ کر آیا ہے اس کی بنیاد ہمیں ملتی ہے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اسماء گرامی کے ساتھ قرآن حکیم استعمال کرتا ہے اس لفظ کو اور انہیں اسی وجہ سے صدیق اور صادق کہتا ہے کہ وہ اللہ کی بات کی تصدیق کرتے ہیں کائنات میں خواہ انہیں اکیلا رہنا پڑے۔ ایسے نبی بھی دنیا میں گزرے ہیں جنہوں نے پوری عمر بسر کر دی اور ایک متنفس نے ان کی بات قبول نہیں کی لیکن لوگوں کے اس رویے سے بددل ہو کر انہوں نے کبھی اپنی دعوت کی تصدیق خود ختم نہیں کی اٹھتے بیٹھتے پوری زندگی اس کی تصدیق کرتے ہی رہے تو وہ صدیق کہلائے۔

امتیوں میں سے سب سے پہلا صدیق ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صداقت کیسے ملی بڑی عجیب بات ہے بڑا شور تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کا اور بڑے عجیب عجیب اعتراضات ہوتے تھے اور بڑے عجیب عجیب شور اٹھتے تھے اور بڑی پرزور مخالفت ہوتی تھی اور سارے کا سارا کفر اور سارے کا سارا شرک تڑپ رہا تھا تلملا رہا تھا الجھ رہا تھا اور بے شمار دریدہ دہن اور بے شمار تلواروں کی طرح لمبی اور بڑھی ہوئی زبانیں تیروں کی طرح طعنے برسا رہی تھیں بات یہ تھی کہ صرف اللہ کو واحد منوانا جو ہے وہ زندگی اور موت کا معرکہ بپا کئے ہوئے تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج پر بلا لیا گیا۔ اب یہ عجیب تر بات تھی اور عجیب تر بات ابھی تک ہے۔

مزے کی بات یہ ہے کہ ابھی تک جو لوگ چودہ

صدیوں سے اپنے مسلمانوں ہونے کے مدعی ہیں اور نسل در نسل مسلمان ہیں ان کا ایک بہت بڑا طبقہ کہتا ہے یہ حقیقت نہیں تھی خواب تھا۔ بھئی اگر خواب ہی ہوتا تو کفر کو خواب کی تردید کرنے کی ضرورت کیا تھی خواب میں تو کوئی بھی کہہ سکتا ہے میں خواب میں آسمانوں پر گیا اب یہاں اگر کوئی کہہ دے کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے میں خواب میں آسمانوں پر گیا تھا تو آپ اسے پاگل کہنے لگیں گے؟ خواب وہ دیکھ سکتا ہے کیا فرق پڑتا ہے لیکن یہ کہنا آسان نہیں ہے کہ میں بیداری میں اور اس محسوس جسم کے ساتھ آسمان پر بھی گیا عرش پر بھی گیا۔ جنت بھی دیکھی دوزخ بھی دیکھی پھر واپس بھی آگیا یہ کوئی کہے گا تو ہزار بار سوچنا پڑے گا کہ یہ کیا کہہ رہا ہے یہ آدمی تو سائیکل پر سوار ہونا نہیں جانتا یہ تو موٹر میں بیٹھا نہیں جانتا یہ بات کہاں کی کر رہاہے۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم معراج پر آتے جاتے وہ ہوتا رہتا ٹھیک تھا جو ہوا ٹھیک ہوا جو ہوا بہترین تھا لیکن عجیب بات تب ہوئی جب اللہ نے یہ حکم دے دیا کہ یہ بات صبح سب کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بتائیں گے۔ آپ اندازہ کیجئے اس ماحول اور معاشرے کا اس کی شدید ترین مخالفت اور بہتانوں کا اور اس میں پھر یہ حوصلہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی ہوتا ہے کہ جس بات کا اللہ حکم دے دے اسے سربازار سرے منبر سرے میدان پکار پکار کر اعلان کر کے بیان کر دیتا ہے کسی سے نہیں ڈرتا کسی سے نہیں ہچکچاتا کبھی نتائج کی پرواہ نہیں کرتا۔

تو نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم جب صبح حرم کے سامنے بیت اللہ شریف کے سامنے بیٹھے تھے تو ابوجہل بدنصیب ہی گویا ہوا کہنے لگا کہ پھر کوئی نئی بات ہے ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں بھئی آج تو حد ہو گئی بہت ہی بڑی نئی بات ہے وہ کیا؟ آپ نے فرمایا میرے پاس رات فرشتہ آیا تھا وہ مجھے بیت المقدس لے گیا انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام وہاں سارے جمع تھے میں نے انہیں نماز پڑھائی پھر میں پہلے آسمان پر گیا دوسرے تیسرے ساتویں پر میں نے جنت دیکھی دوزخ دیکھی وہاں گیا وہاں گیا۔ جو معراج کی تفصیل ہے۔

ابوجہل اتنا مبہوت ہوا کہ اس نے سمجھا کہ اس نے سمجھا ساری زندگی سارے کافر یہ کہتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی جھوٹ نہیں بولتے لیکن اس بات پہ وہ بھی لرز گیا کہ اگر یہ بات میں کسی سے کہوں تو یہ اتنی عجیب بات ہے کہ یہ کہہ دیں گے کہ میں نے اسے نہیں کہا میری کوئی نہیں مانیں گا۔ تو اس نے کہا کہ اگر میں چند لوگوں کو بلا کر لے آؤں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بات ان کے سامنے کہیں گے۔

فرمایا میرا تو کام ہے دعوت۔ میں تو کہوں گا۔ وہ پکڑ کر لے آیا جب لے آیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری بات پھر سے دہرا دی تو وہ کہنے لگا میں آسمانوں کی بحث میں نہیں پڑتا۔ ہم اچھا اونٹ چن کر اچھی نسل کا رکھتے ہیں اسے خوب کھلاتے پلاتے ہیں محنت کرتے ہیں پھر تین مہینے اسے بھگا بھگا کر بیت المقدس کے آنے جانے میں لگ جاتے ہیں اور اونٹ واپس پہنچتا ہے تو اس کا چہرہ تک سوکھ چکا ہوتا ہے مرنے کے قریب ہوتا ہے آپ کہتے ہیں میں گیا بھی اور میں آ بھی گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں بھی بیٹھے ہیں شام کو بھی عشاء کو بھی یہاں تھے فجر آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں بیٹھے ہیں اب کہتے ہیں میں بیت المقدس گیا میں آسمانوں کی بحث میں نہیں پڑتا یہ کیسے ممکن ہے۔

تو وہاں سے وہ بھاگا سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا آپ نے چھوٹا سا ایک کمرہ بنایا تھا گھر کے باہر اس میں تلاوت اور عبادت کرتے تھے وہاں بیٹھے SEVENTY کی سیریز تک وہاں چھوٹی سی مسجد تھی آج کل وہاں نہیں ہے انہوں نے پانی کا وہاں ایک بہت بڑا ذخیرہ بنا دیا آج کل پتہ نہیں کیا ہے مجھے اس طرف جانا نہیں ہوا۔ تو وہ اس پریشانی میں بھاگتا ہوا سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کے پاس پہنچا تو کہنے لگا بھئی بات سنو آج تو حد ہی ہو گئی اب تو کچھ سمجھنے کی کوشش کرو۔

کیا ہوا؟

کہنے لگا لو دیکھو تمہارا دوست تو کہتا ہے کہ میں بیت المقدس گیا پھر آسمانوں پر گیا پھر واپس آگیا اب بھی مانو گے یہ بات بھی مانو گے۔

تو انہوں نے فرمایا ارے بے وقوف اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سچ فرماتے ہیں اگر یہ سب بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے تو میں اس کی تصدیق کرتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے یہ تو چھوٹی بات ہے جو تو لئے پھرتا ہے اس سے بڑی بات تو وہ ہے کہ ان پر اللہ کی طرف سے وحی آتی ہے اللہ کا ذاتی پیغام آتا ہے وہ تو ہم مان چکے تو اس کے مقابلے میں اس کی کیا حیثیت ہے۔ بے وقوف تو اسے لئے پھرتا ہے۔

اس موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات سن کر فرمایا تھا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔

یعنی صادق یا صدیق یا صادقین کی ص د ی ق سے جو یہ لفظ بنتا ہے اس کی یا صدق کی تعین یہ ہے کہ نبی علیہ السلام صدیق اس لئے کہلاتے ہیں کہ وہ اللہ کے ارشادات کی تصدیق کرتے ہیں خواہ ساری کائنات انکار کر دے اور امتی صدیق تب بنتے ہیں جب وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تصدیق کریں۔

تو معاملہ صاف ہو گیا ان لوگوں کے ساتھ رہو جن کا قول اور جن کا فعل اس ارشاد کی تصدیق کرنے والا ہو جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے بات صاف ہو گئی۔

دعویٰ کرنے والوں کو چھوڑو لیکن ہم خود تو دیکھ سکتے ہیں کہ جو جس طرح یہ بلا رہا ہے یہ راست کیا وہی ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے یا کسی اور کام کی طرف بلاتا ہے۔ وہ پیر ہے یا مولوی' شہنشاہ ہے یا حکمران ہے مت جاؤ تمہارا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں اور جو بھی اتباع نبوت کی طرف اتباع سنت کی طرف اطاعت کی طرف بلاتا ہے وہ صادق ہے۔

اور فرمایا **یاایها الذین امنوا اتقوالله۔** اے ایمان والو! اللہ سے حیا کرو۔ **وکو نوامع الصدقین۔** اور اپنی عملی زندگی میں باعتبار عقیدے باعتبار فکر باعتبار عمل کے صادقین کے ساتھ رہو۔ سادہ سی بات سیدھی سی بات نہ اس میں کوئی اینچ پینچ نہ اس میں کوئی فلسفہ نہ اس میں کوئی مشکل۔

اللہ کریم اس کی توفیق عطا فرمائے

ذکر اللہ کرنے کے فوائد

حدیث ابوہریرہ ؓ: حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے لیے ویسا ہی ہوں جیسا وہ میرے بارے میں گمان رکھتا ہے اور جب بندہ میرا ذکر کرتا ہے (مجھے یاد کرتا ہے)، اس وقت میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں، اگر وہ مجھے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے دل میں یاد کرتا ہوں، اور اگر وہ مجھے کسی جماعت میں بیٹھ کر یاد کرتا ہے تو میں اس سے بہتر جماعت (فرشتوں) میں اس کا ذکر کرتا ہوں اور بندہ اگر میری طرف ایک بالشت بڑھتا ہے تو میں اس کی طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہوں اور اگر وہ میری طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہے تو میں اس کی طرف دو ہاتھ بڑھتا ہوں اور اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی جانب دوڑتا ہوا آتا ہوں۔

اخرجه البخاری فی: کتاب ۹۷ التوحید: باب ۱۵ قول اللہ تعالیٰ (و یحذرکم اللہ نفسه)

آصف محمود ڈسکہ

اللہ کا کلام قرآن کریم مخلوق ہے یا غیر مخلوق اس مسئلہ پر خلیفہ معتصم باللہ عباسی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ کے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا اور یہ اختلاف روز بہ روز شدت اختیار کرتا چلایا گیا یہاں تک کہ دارالخلافہ بغداد میں دو طبقے پیدا ہو گئے ایک طبقہ تو گمراہ معتزلی علماء کا تھا جو خلیفہ کے ہم نوا تھے اور قران کریم کو مخلوق قرار دیتے تھے اور حق کی آواز کو طاقت کے زور پر دبا دینا چاہتے تھے اور دوسرا طبقہ علمائے حق کا تھا جن کا مقصد حیات ہی کلمہ حق ہوا کرتا ہے۔ اس جماعت کے رہنما حضرت امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ تھے حضرت امام صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا اعلان تھا کہ قرآن کریم چونکہ اللہ کا ذاتی کلام ہے اس لئے یہ ازلی اور ابدی ہے اور غیر مخلوق ہے حضرت امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ کی ذات گرامی کوئی معمولی شخصیت نہیں تھی آپ کی ذات گرامی اتباع و سنت کا مکمل نمونہ تھی آپ رحمتہ اللہ علیہ کے دور کے بڑے بڑے علماء کا قول ہے کہ اگر کسی کو دیکھو کہ وہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ سے محبت رکھتا ہے تو جان لو کہ وہ صاحب سنت ہے جب علمائے سوء نے دیکھا کہ حضرت امام صاحب رحمتہ اللہ علیہ اپنے موقف پر ڈٹے ہوئے ہیں اور کسی طرح بھی بات ماننے پر تیار نہیں ہیں تو ان لوگوں نے خلیفہ وقت کو حضرت امام صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے خلاف بھڑکایا اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کو قید کروا دیا گیا رمضان المبارک کا آخری عشرہ تھا حضرت امام صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے پیروں میں چار چار بوجھل بیڑیاں ڈال دی گئیں اور روزے کی حالت میں آپ کو دھوپ میں بٹھا دیا گیا اور ان کی پیٹھ پر لگاتار کوڑے مارے جانے لگے اور وہ بھی اس طرح کہ ایک جلاد صرف دو کوڑے مارتا اور ہٹ جاتا اور پھر نیا تازہ دم جلاد اس کی جگہ لیتا تھا مگر دین حق کا متوالا اور عشق نبوت میں پگھلنے والا عزم و ثبات کا پہاڑ بنا ہوا تھا اور ان مصائب کو جھیل رہا تھا آپ کی زبان پر نہ نالہ و شکوہ تھا نہ شور و فغاں تھا صرف ایک جملہ جاری تھا۔

القرآن کلام اللہ غیر مخلوق

قرآن اللہ کا کلام ہے اور غیر مخلوق ہے حضرت امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ کے اس عزم صمیم کو دیکھ کر خلیفہ بھی لرز اٹھا اس نے آگے بڑھ کر آپ رحمتہ اللہ علیہ سے کہا۔ اے احمد خدا کی قسم میں تم پر اپنے بیٹے سے بھی بڑھ کر شفقت کرنے کو تیار ہوں اگر تم صرف ایک بار خلق قرآن کا اقرار کر لو تو ابھی تمہاری بیڑیاں اپنے ہاتھوں سے کھول دیتا ہوں مگر آپ کا صرف ایک ہی جواب تھا اپنی اس بات کو اللہ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت سے ثابت کر دو تو میں مان لوں گا ورنہ نہیں چنانچہ وقت گزرتا گیا اور خلیفہ معتصم باللہ عباسی بھی دنیا سے کوچ

کر گیا لیکن حضرت امام صاحب اپنی حق بات پر ڈٹے رہے حضرت امام صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے بیٹے عبداللہ کا بیان ہے کہ اس واقعہ کے بعد حضرت امام صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی عادت مبارکہ تھی کہ آپ ہمیشہ اٹھتے بیٹھتے فرماتے اے اللہ ابوالہشم پر رحم فرما۔ اللہ ابوالہشم کی مغفرت فرمائے مجھ سے رہا نہ گیا میں نے پوچھا ابا جان آپ کس ابوالہشم کے لئے دعا فرماتے ہیں اور کیوں فرماتے ہیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے کہا۔ بیٹے جب میں پہلی مرتبہ اس سلسلہ میں یعنی قرآن کے مسئلہ کے سلسلہ میں دربار میں بلایا گیا تو راستے میں مجھے ایک شخص ملا اس نے مجھ سے دریافت کیا۔ حضرت امام صاحب مجھے جانتے ہو؟ میں مشہور چور ابوالہشم حداد ہوں میں کئی بار چوری کرنے کی وجہ سے پکڑا گیا میری پیٹھ پر ہزاروں کوڑے پڑ چکے ہیں مگر میری استقامت کا حال شیطان کی اطاعت میں یہ ہے کہ میں ابھی تک چوری سے باز نہیں آیا۔ اے امام تم پر افسوس اگر تم اللہ کی اطاعت اور محبت کی راہ میں اتنی استقامت بھی نہ دکھا سکو چنانچہ جب میں نے ابوالہشم کی یہ بات سنی تو اپنے جی میں کہا مجھ پر افسوس اگر میں حق اور دین کی خاطر اتنا بھی نہ کر سکوں جتنا ایک چور دنیا داری کے لئے کر رہا ہے ہماری بندگی پر ہزار حیف اور ہماری خدا پرستی سے بت پرستی لاکھ درجہ بہتر اگر ہم رسول اللہ کے دین کے لئے استقامت نہیں دکھا سکتے۔

زندگی	آمد	برائے	بندگی
زندگی	بے	بندگی	شرمندگی

سرکاری مُلازموں کے لیے تحفہ اور ہدیہ لینا حرام ہے

حدیث ابوحمید ساعدی ﷺ: حضرت ابوحمیدؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو صدقات وصول کرنے پر مقرر کیا۔ جب یہ شخص اپنے کام سے فارغ ہو کر آیا تو اس نے عرض کیا، یا رسولُ اللہ! یہ مال آپ کا ہے اور یہ مجھے بطور ہدیہ ملا ہے۔ آپؐ نے اس سے فرمایا: تم اپنے ماں باپ کے گھر کیوں نہ بیٹھے رہے، پھر دیکھتے کوئی تم کو ہدیہ دیتا ہے یا نہیں؟ پھر آپؐ عشا کی نماز کے بعد کھڑے ہوئے اور آپؐ نے کلمہ شہادت پڑھا اور اللہ کی حمد وثنا بیان کی جس کا وہ مستحق ہے، پھر فرمایا: امّا بعد! یہ عاملوں کو کیا ہو گیا ہے؟ ہم ایک شخص کو عامل بنا کر بھیجتے ہیں پھر وہ ہمارے پاس آتا ہے اور کہتا ہے: یہ مال وہ ہے جس کی تحصیل کے لیے مجھے بھیجا گیا تھا اور یہ مال مجھے بطور تحفہ یا ہدیہ ملا ہے وہ آخر اپنے ماں باپ کے گھر کیوں نہ بیٹھا رہا پھر دیکھتا کہ اسے کوئی ہدیہ ملتا ہے یا نہیں؟ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمدؐ کی جان ہے! ان محاصل میں جو شخص خیانت کرے گا قیامت کے دن وہ چوری کیا ہوا مال اپنی گردن پر لادے چلا آ رہا ہو گا اگر اونٹ (چرایا) ہو گا، تو اسے اس طرح لاد کر لائے گا کہ وہ بڑبڑا رہا ہو گا اور اگر گائے ہو گی تو وہ چلا رہی ہو گی اور اگر بکری ہو گی تو وہ ممیا رہی ہو گی۔ یاد رکھو! میں نے اللہ کے احکام تم تک پہنچا دیے۔ ابوحمیدؓ کہتے ہیں: یہ ارشاد فرماتے وقت نبی کریم ﷺ نے اپنا دست مبارک اونچا اٹھایا حتیٰ کہ ہم کو آپؐ کی بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی۔

اخرجه البخاری فی: کتاب ۸۳ الایمان والنذور: باب ۳ کیف کان یمین النبی صلی اللہ علیہ وسلم

مسلمان کے پاس اگر اسلامی عمل نہیں تو وہ مسلمان کیسا؟

انسانی حقوق

مولانا محمد اکرم اعوان

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ کُنتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتنھوْنَ عَنِ الْمُنکَرِ وَ تُوْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ۔

اللہ جل شانہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ساری انسانیت کے لئے اور اپنی بعثت سے لے کر سارے زمانوں تک کے لئے رسول مبعوث فرمایا اور یوں اس عالم آب و گل میں پہلی دفعہ انسانی آبادی کے مدتوں بعد پہلی دفعہ اس فضا میں ایک آواز گونجی اے اولاد آدم علیہ السلام **یاایھا الناس** یا جسے آج کی موجودہ زیادہ مہذب زبان میں آپ ہیومین بینگ کہتے ہیں یہ اصطلاح نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی مرہون منت ہے اس سے پہلے کسی بھی شخص نے انسانی مسائل کو نہیں چھیڑا۔ اگر کوئی بہت ہی وسیع الظرفی کا ثبوت دیا گیا تو قومی یا ملکی معاملات تک لوگوں کی نگاہ رہی بے شمار اقوام آئیں انبیاء مبعوث ہوئے انبیاء و رسل کا موضوع بھی ان کی اپنی قوم یا وہ لوگ ہوتے تھے جن کی طرف انہیں مبعوث کیا جاتا تھا دنیا میں کوئی اتنا وسیع الظرف اتنا وسیع العلم اور اس پائے کا انسان پیدا نہیں ہوا غیر انبیاء میں جو ساری انسانیت کی بات کرتا انبیاء علیہم السلام مبعوث ہی خاص قومون کی طرف ہوتے تھے تو پہلی دفعہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے پوری انسانیت کو ایک برادری ایک کنبہ ایک قبیلہ اور ایک سطح کے ایک درجے کے لوگ قرار دے کر ان سب سے گفتگو فرمائی فرمایا۔

یاایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا۔

اے اولاد آدم علیہ السلام میں تم سب کے لئے اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں۔ مسلمان کی فضیلت یا مومن کی بڑائی بھی قرآن حکیم نے اس بات میں ارشاد فرمائی کہ تم سب سے اعلیٰ جماعت ہو بہترین قوم ہو خیر امتہ ہو اخرجت للناس اس لئے کہ تم ساری انسانی آبادی کی فکر کرتے ہوئے بھلائی کا حکم دیتے ہوئے اور برائی سے روکتے ہو یہ وہ بنیادی بات تھی جو ہر مومن کو قبول ایمان کے ساتھ نصیب ہوتی تھی۔

آج ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ دنیا میں اقوام عالم کو اگر شمار کیا جائے تو سب سے زیادہ بڑی قوم آبادی کے اعتبار سے مسلمان ہیں اور یہ سب سے بڑی قوم جو ہے اس کا ہر فرد اکیلا اکیلا زندہ ہے یعنی چہ جائیکہ یہ پوری دنیا کی فکر کرتے اولاد آدم کی فکر کرتے کافروں کو کفر سے بچانے کی تدبیر سوچتے۔ برائی کو روکنے کی تدبیر سوچتے ظلم اگر کسی کافر پر بھی ہو رہا ہے تو ظلم کو روکنا مسلمان کا فریضہ ہے ظلم سے روکنے کی کوشش کرتے انسانوں کو کم از کم انسانیت کے ناطے سے ایک برادری ضرور سمجھتے کافر و مومن اس کے بعد آتے ہیں لیکن انسانی حقوق تو اسلام نے کسی سے نہیں چھینے۔ نافلی صدقہ جو ہے وہ کافر کو بھی دینے کا اختیار دیا ہے صرف

زکوۃ جو فرضی صدقہ ہے عشر یا زکوۃ جو فرض ہے وہ غیر مسلم کو نہیں دی جا سکتی ورنہ تمام نفلی صدقات غیر مسلم کو بھی دیئے جا سکتے ہیں بیمار ہے تو اس کے علاج کی مدد کی جا سکتی ہے بھوکا ہے تو اسے کھانا کھلاؤ انسانی حقوق وہ اپنی عبادت کرنا چاہتا ہے اسے نہیں روکیں آزاد ہے وہ۔ تو بجائے اس کے کہ مسلمان عالمی انسانی برادری کے حقوق کی بات کرے آج ہر مسلمان صرف اور صرف اپنے ذاتی مسائل میں ہے ہر آدمی کی دلچسپی محض اپنے گرد گھومتی ہے جس سے پوچھو اس کا مسئلہ یہ ہے کہ میرا بچہ بیمار ہے میری بیوی کو تکلیف ہے میرے سسر جان کی بھینس مر گئی میرے بہنوئی کا کتا بھاگ گیا اس کے علاوہ ان کے پاس کوئی بات ہے ہی نہیں دنیا مر رہی ہے دنیا پر کفر پھیل رہا ہے دنیا کافروں کے پنجہ استبداد میں جکڑی جا چکی ہے خود ہمارا رگ جان سے خون نچوڑ رہے ہیں کافر۔ خود مسلمانوں پر ریموٹ کنٹرول حکومتیں ہیں کافروں کی۔ برائے نام دو دو مسلمان بیٹھے ہیں ہوتا وہی ہے جو وہ کافر چاہتے ہیں لیکن ذرہ برابر کسی کو کوئی فکر نہیں ہے اور جن کو فکر ہے ان کا ایک اور طبقہ ہے جنہیں فکر ہے کہ یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے وہ دعا کرتے ہیں یہ ایک اور مذاق ہے یعنی جو کام اللہ کریم نے آپ کے ذمے لگایا ہے وہ آپ مصلے پر بیٹھ کر کہیں خدایا تو خود کر لے کہ تو کوئی مجبور ہے مجھے کہتا ہے میں کیوں کروں۔ میں نے الفاظ ذرہ سخت کہہ دیئے وہ نرم کہتے ہوں گے کہ خدایا تو کر میں تو مجبور ہوں میں تو نہیں کر سکتا بھئی نہیں کر سکتے تو پنگا لینے کی ضرورت ہی کیا ہے کلمہ ہی کیوں پڑھتے ہو۔ ایک آدمی کہتا ہے جی مجھ سے نماز بھی نہیں پڑھی جا سکتی روزہ بھی نہیں رکھ سکتا ہوں زکوۃ بھی نہیں دے سکتا ہوں تو ضرورت کیا کس نے بھنگ پلائی ہے کہ ضرور کلمہ پڑھو بھائی۔ جو نہیں کر سکتے اس میں جانے کی کیا ضرورت ہے۔ جس طرح نماز روزہ زکوۃ و حج فرض ہے اسی طرح یہ ظلم کا مقابلہ اور نیکی کو پھیلانا بھی تو فرض ہے۔ قران کی جو آیات نماز کو ادا کرنے کا حکم دے رہی ہیں وہی آیات تو آپ کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم دے رہی ہیں اور جو حکم بھی براہ راست قرآن سے ملتا ہے وہ فرض ہوتا ہے یہ ایک اصول ہے کہ قرآن کی آیت سے اسے منصوص کہتے ہیں یعنی نص قرآن کی آیت کو نص۔ نص کا مطلب ہوتا ہے بہت مضبوط دلیل۔ سب سے مضبوط ترین دلیل تو جو آیت قرآن براہ راست حکم دیتی ہے یہ کام کرو وہ فرض ہو جاتا ہے۔ تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم بھی تو بلکہ اس حکم کو مومن کی عزت کا سبب قرار دیا جا رہا ہے کہ اس وجہ سے عبادت باقی امتیں بھی کرتی تھیں نمازیں باقی امتوں پر بھی فرض تھیں روزے باقی امتوں پر بھی فرض تھے۔ جہاد وہ بھی کرتے تھے تسبیحات وہ بھی پڑھتے تھے ہم بھی اگر وہی کچھ کرتے ہیں تو فضیلت کس بات کی فرمایا نہیں وہ جو کچھ کرتے تھے اپنی قومی سطح پر کرتے تھے اور تم وہ لوگ ہو۔

اخرجت للناس۔ جو بنی نوع انسان کی فکر کرتے ہو **تامرون بالمعروف** تم پوری انسانی برادری میں نیکی پھیلانے کی محنت کرتے ہو **وتنھون عن المنکر** اور برائی کو پوری انسانیت سے دور کرنے کی کوشش کرتے ہو۔ اب اگر انسان کے ذاتی مسائل نہ ہوں تو پھر تو اس کے لئے مصلح بننا بڑا ہی آسان ہے بندہ تو نہ رہے وہ فرشتہ ہو جائے اسے نیند بھی نہ آئے تھکاوٹ بھی نہ ہو۔ بیوی بچے بھی نہ ہوں بھوک پیاس بھی نہ ہو کاروبار میں نفع و نقصان کا کوئی اندیشہ بھی نہ ہو تو انسان تو نہ ہوا وہ تو فرشتہ ہوا پھر۔ اگر انسان ہو گا تو اس کے ساتھ یہ ساری چیزیں ہوں گی اور اس کی فضیلت ہی یہ ہے کہ ان ساری ذاتی ضروریات کا بوجھ اٹھاتے ہوئے جس حد تک اس کی فکر کام کرتی ہے ساتھ وہ قومی ذمہ داریاں ادا کرنے کی کوشش بھی کرتا ہے۔ جس طرح ایک طالب علم اس لئے پڑھتے ہے کہ جی میں پڑھوں گا میرے نمبر زیادہ ہوں گے میں ڈاکٹر بن جاؤں گا انجینیر بن جاؤں گا بڑا پیسہ کماؤں گا ٹھیک ہے اچھی بات ہے ایک مثبت سوچ ہے لیکن ایک فکر یہ بھی تو ہو سکتی ہے کہ کم از کم

اس ملک کو اس قوم کو میں ایک ایسا شہری دوں جو اعلیٰ تعلیم یافتہ ہو اور جو قومی امور سے لے کر بین الاقوامی امور تک اس قوم کی اس ملک کی خدمت کر سکے۔ اب ظاہر ہے جو اس پائے کا سکالر ہو گا اسے بھی تنخواہ دوسرے سے زیادہ ملے گی پیسہ بھی وہ کمائے گا آمدن بھی ہو گی عزت بھی ہو گی لیکن اس کے ساتھ یہ سوچ رکھ کر یہ فکر رکھ کر پڑھنا اور محنت کرنا اس کا مجاہدہ اور عبادت شمار ہو گی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گزر رہے تھے مدینہ منورہ میں امن قائم ہو گیا تھا اسلامی ریاست بن گئی تھی مسلمان حکومت کی دھاک بیٹھ گئی تھی جزیرہ نمائے عرب سارا زیر نگیں آچکا تھا تو صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے بستی میں نئے نئے مکان بنانے شروع کئے لوگ زیادہ تھے مکان کم تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گزرے تو ایک شخص کا مکان بن رہا تھا اور مسجد کی طرف کھڑکیاں تھیں اس میں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس طرف اس راستے پہ کھڑکیاں کیوں نکال رہے ہو عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوا آئے گی ادھر سے۔ فرمایا بند کر دو یہ راستہ ہے آنے جانے والوں کے لئے یہ پریشانی کا سبب بنے گی کھڑکی کھلی ہے۔ کبھی کسی خاتون نے گزرنا ہے مرد نے گزرنا ہے بند کر دو اسے۔ بند ہو گئی۔ اتفاق یہ ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر پڑی اور کوئی اور ساتھی کوئی اور صحابہ بھی مکان بنا رہے تھے ان کی بھی کھڑکی اسی طرف کھلتی تھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے بھی دریافت کیا کہ یہ کھڑکی اس طرف کیوں رکھی ہے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دروازہ ادھر ہے ہو سکتا ہے اذان کی آواز سنائی نہ دے اور جماعت سے نہ رہ جائیں اس طرف کھڑکی ہو گی اذان سنائی دیتی رہے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ٹھیک ہے مناسب ہے۔ اب جسے اذان سنائی دے گی کیا اس کھڑکی سے اسے ہوا نہیں آئے گی۔ ہوا تو اسے بھی آئے گی جس نے صرف ہوا کے لئے رکھی اسے بھی آئے گی لیکن اس کے اس کام کرنے کا ارادہ یا نیت مختلف تھی جس سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پسند فرمایا ایک بچہ اس لئے محنت کرتا ہے کہ میں قابل ہو جاؤں گا میں زیادہ تنخواہ لوں گا۔ ٹھیک ہے لیکن اگر اس کی فکر ہی اگر یہ ہو جائے کہ مجھے محنت اس لئے کرنی چاہئے کہ اس قوم کو اس ملک کو ایک اچھا تعلیم یافتہ شہری مہیا کروں ایک اچھا تعلیم یافتہ انسان دوں ایک سکالر دوں اپنی قوم کو جو بین الاقوامی سطح پر قوم کے کام آ سکے تو میرے خیال میں تنخواہ تو وہ اس انجینئر یا ڈاکٹر سے زیادہ لے جائے گا۔ پیسہ تو زیادہ کما لے گا۔ لیکن یہ نیت کر کے اس کا راتوں کو پڑھنا یا دن کو پڑھنا جو ہے وہ بھی عبادت شمار ہو گا۔

تو ہمارے حضرات کا مسئلہ یہ ہے کہ یہ سمجھتے ہیں کہ آیا جن لوگوں نے یہ بین الاقوامی کام کئے ہیں ان کے کوئی گھریلو کام شاید نہیں تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ستودہ صفات کو لیجئے سب سے زیادہ عیالدار اور رشتہ داری میں جکڑا ہوا انسان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی ہے قریش کے بارہ قبیلے بارہ کے بارہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رشتہ دار تھے۔ گیارہ خاندان گیارہ ازواج مطہرات کے آپ کے سسرالی رشتہ دار تھے پھر ہر زوجہ محترمہ کے اور آگے رشتے اور پھر بعض ازواج مطہرات اپنے ساتھ اولاد لائی تھیں ان کے آگے رشتے اور آگے مسئلے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چار بیٹیاں تھیں وہ ان کے آگے دامادی کے رشتے تو اس ساری ایک فیملی اور اس کے مسائل کو دیکھئے اس کے ساتھ پورے معاشرے کو ساری پرانی بنیادیں ڈھا کر ایک نئی بنیاد فراہم کرنا عدالت کے سب سے آخری جج خود حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے فوج کے آخری جرنیل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے حکومت کے آخری سربراہ خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے امامت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذمے تھی درس و تدریس اور بیان سارا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذمے تھا معاشی معاملات میں سب کی فکر حضور اکرم صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کے ذمے تھی اور فیصلہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کا ہوتا تھا۔ بین الاقوامی سطح پر تمام حکومتوں سے ڈیل Deal کرنا یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کام تھا اور اس کے ساتھ دس سالہ مدنی حیات طیبہ میں چوراسی غزوات و سرایہ۔ چوراسی جنگیں جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لیڈ Lead کیں۔ اس سے زیادہ کوئی مصروفیت کا تصور ہے اس سب کے باوجود پھر ثابت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کپڑے دھونے میں مدد کرتے تھے اہل خانہ کی سبزیاں کاٹنے میں مدد کرتے تھے کھانا بنانے میں گھر والوں کی مدد بھی کر لیا کرتے تھے۔

ایک ایک صحابی کو دیکھئے اپنی ساری مصروفیات کیساتھ ہمہ تن دین کے لئے وقف تھے لیکن بین الاقوامی تاریخ کو، آپ دیکھیں ایک اصول ہے مسلمان کا تو خیر فریضہ ہے کہ جس شخص نے بھی کوئی قومی کام کیا ہے وہ اپنی ضروریات کو تو نظر انداز کر سکا لیکن قومی امور کو نہیں۔ ترجیح دی اس نے قومی امور کو خود اپنے کپڑے بنوانے تھے نہیں بن سکے پرانے کپڑوں میں ہفتہ مزید گزار لیا لیکن قومی کام میں سستی نہیں کی اپنے کاروبار میں بھی بعض اوقات نقصان کیا اور لوگوں نے زندگیاں وقف کر دیں آج ساری دنیا ہٹلر پر لعنت برساتی ہے گالیاں دیتے ہیں ظالم کہتے ہیں لیکن اپنا ظلم ثابت کرنے کے لئے بھی اس شخص نے زندگی وقف کر دی تھی سوائے اس قومی کام کے اس شخص نے ساری زندگی کچھ نہیں کیا۔ سازی زندگی وقف کر دی اس کی سوانح میں آپ دیکھیں تو آپ کو ملے گا کہ جب آخری اتحادی فوجیں جب برلن میں داخل ہو گئیں اور اسے اطلاع ملی کہ اب دو سو گز آپ کے مورچے سے دور اتحادیوں کی فوجیں رہ گئی ہیں باقی سارا جرمن اتحادیوں کی خود برلن شہر اتحادی فوجوں کے کنٹرول میں ہے تو اسے ایوا براؤن سے بڑا عشق تھا اور اسے اپنا سیکرٹری بنایا ہوا تھا اس سے کہنے لگا ایوا اب کرنے کو کچھ نہیں رہا چلو شادی کر لیتے ہیں۔ یعنی اس وقت تک اس نے اتنے دس منٹ بھی اپنی مصروفیت سے نہیں نکالے کہ وہ اس عورت سے شادی ہی کر لیتا ہے کسی کو کافر کہہ لینے سے کچھ نہیں بگڑ جاتا دیکھنا یہ ہے اس نے پوری دنیا پہ جو انقلاب پیدا کر دیا اس کے پیچھے اس کی کوششیں کتنی تھیں غلط تھا یا صحیح یہ الگ بحث ہے۔

چین افیونیوں کا ملک تھا افیم کھاتے تھے اور مرتے رہتے تھے بلکہ زبردستی انہیں یورپ والے افیم دیتے تھے اور اوپیم وار تاریخ کا حصہ ہے چینی حکمرانوں نے خود کوشش کی کہ ہمارے ملک میں نشہ نہ بھیجا جائے تو اس پر انگریزوں کی ان کے ساتھ جنگ ہوئی جسے جنگ افیون یا اوپیم وار تاریخ میں لکھا گیا ہے اور بڑی مشہور جنگ ہے کہ نہیں ہم ضرور بیچیں گے افیون تمہارے ملک میں۔ اب اپنی باری آتی ہے تو بڑے چیختے ہیں کہ ہماری ہاں ہیروئن نہ بھیجی جائے لیکن خود زبردستی بیچتے تھے تو اس مردہ قوم کو جسے زبردستی لوٹ رہی تھیں مغربی اقوام اس کے منہ میں افیون ڈال کر ایک شخص نے مغربی اقوام سے ہی نہیں خود چین کی کئی سو سالہ پرانی شہنشاہیت کے چنگل سے بھی چھین لیا اور وہ بندہ موزوئے تنگ تھا لیکن اس کی عمر بیت گئی خچروں پر بیٹھے ہوئے جنگلوں میں سفر کرتے ہمہ تن اسی قومی کام میں لگ کر مسلسل جنگ و جدال بپا کر کے اس نے سب کو بھگا دیا۔

یعنی نبی علیہ السلام نے جو کیا وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان۔ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے جو کیا وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تربیت لیکن کسی کافر نے بھی اگر کوئی بین الاقوامی کارنامہ سر انجام دیا تھا وہ غلط تھا یا صحیح اس کی زندگی اس پہ وقف ہو گئی۔

آج کا مسلمان پتہ نہیں کیسا مسلمان ہے کہ ان کافروں سے بھی گیا گزرا ہے عملی زندگی میں اللہ سب کو جنت میں لے جائے اللہ سب کو اعلیٰ مقامات دے اللہ سب کو ترقی درجات دے لیکن جہاں تک کام کا تعلق ہے ذمہ داری کا تعلق ہے فرائض کا تعلق ہے اس میں جتنی کوتاہی آج کا مسلمان کر رہا ہے اور میں نہیں سمجھتا کہ مسلمان کو بحیثیت مسلمان کافر کی بالادستی پہ قناعت کر کے بیٹھے رہنا

چاہیئے میں نہیں سمجھتا کہ ایسی سوچ رکھنے والا شخص شاید مسلمان اس کا ہونا اللہ قبول فرمائے بھی یا نہیں۔ یہ مومن کے لئے تو انتہائی ذلت ہے کہ وہ کفر کی بالا دستی قبول کر لے تو کون سا ایمان بچا تھوڑا سی اپنی ذات کی فکر کیجئے اپنی صحت کی فکر کیجئے اپنے بچوں کی فکر کیجئے اپنے کاروباری کی فکر کیجئے ضرور کیجئے لیکن تھوڑی سی فکر اس ملک کی اور اس قوم کی اس دین کی کچھ تھوڑا سا حصہ اپنی سوچ کا اپنی فکر کا کچھ تھوڑا سا حصہ عمل کا تھوڑا سا کام اپنا اس میں بھی ضرور شامل کیجئے اس لئے کہ اس کا محاسبہ ہو گا۔ جس بات کا قرآن حکیم میں کرنے کا حکم دیا گیا ہے وہ بات روز محشر پوچھی بھی جائے گی کہ آپ نے اس پر عمل کیا؟ عمل کرنے کی کوشش کی؟ یا اسے فراموش کر دیا یہ سارا کچھ میں اس لئے عرض کر رہا ہوں کتنے لوگ ملتے ہیں کتنی ڈاک میں نے آج بھی کوئی پچیس خطوں کے جواب دیئے کسی خط میں سوائے اپنی ذات کے مسائل کے کوئی بات ہی نہیں ہوتی کہ ہر بندہ ٹوٹلی اپنی ذات میں محو ہو گیا اسے کوئی کسی کی فکر نہیں کیا ہو رہا ہے دنیا پہ کتنا ظلم ہو رہا ہے کتنے لوگ روزانہ مر رہے ہیں اس ملک میں گھر گھر آگ لگی ہوئی ہے کیا کیا ظلم ہو رہا ہے کوئی پوچھنے والا ہی نہیں کسی کو فکر ہی نہیں میرا یہ ہو گیا میری وہ ہو گئی میرا یہ کام ہو جائے میرا وہ کام ہو جائے بھئی جو مومن انسانیت کی فکر نہیں کرتا میں نہیں سمجھتا کہ کبھی وہ اپنے ذاتی افکار سے نکل سکے گا۔ یہ اس جرم کی سزا ہے کہ اس پر اتنا بوجھ لاد دیا جاتا ہے پھر یہ سزا ہے اللہ کریم کی کہ جو چوری کرتا ہے اپنے فرائض سے جان چراتا ہے اس پر پھر ذاتیات کا بوجھ وہ اتنا لاد دیتا ہے کہ وہ اسی میں غرق رہتا ہے اور اسی میں دنیا سے گزر جاتا ہے اللہ کریم ہماری خطاؤں سے درگزر فرمائے اور ہمیں وہ حوصلہ اور ہمت اور جرات دے دے کہ ہم پھر سے قرون اولی کی یادیں تازہ کر سکیں اور دنیا پہ ثابت کر سکیں کہ مسلمان دہشت گرد نہیں بلکہ مسلمان دنیا سے دہشت گردی کو مٹانے والے ہیں۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه اور سُبحان اللّٰه کہنے اور دُعا مانگنے کا ثواب

—— حدیث ابوہریرہ ؓ: حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص ہر روز سو مرتبہ یہ کلمات پڑھتا ہے: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ (نہیں کوئی لائق عبادت سوائے اللہ کے، وہ یکتا و بے مثال ہے، کوئی اس کا کسی بات میں شریک نہیں، حکومت بھی اسی کی ہے اور ہر طرح کی حمد و ثنا بھی اسی کے لیے ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے) اسے دس غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ملے گا، اس کے نامۂ اعمال میں سو نیکیاں لکھی جائیں گی اور اس میں سے سو گناہ مٹا دیے جائیں گے اور یہ کلمات اُس دن صبح سے شام تک کے لیے شیطان سے اس کی حفاظت کے ضامن ہوں گے۔ اور اس دن اس سے بہتر عمل کسی اور کا نہ ہوگا سوائے اس کے جس نے یہ کلمات سو مرتبہ سے بھی زیادہ پڑھے ہوں گے۔

اخرجه البخاری فی: کتاب ۵۹ بدء الخلق: باب ۱۱ صفة ابلیس وجنوده

غیبی قوت

مولانا محمد اکرم اعوان

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

وللہ غیب السموت والارض والیہ یرجع الامر کلہ فاعبدوہ و توکل علیہ و ما ربک بغافل عما تعلمون۔

انسانی مزاج ہے کہ وہ ہمیشہ سے کسی نادیدہ طاقت کی اعانت اور مدد کا خواستگار رہا ہے بڑی عجیب بات ہے کہ انسان تہذیب کے مختلف ادوار سے گزرا آج بھی موجودہ عہد میں جب کہ پوری دنیا ایک خاندان کی طرح بن چکی ہے آج کی تہذیبیں بھی ایک دوسرے سے کوسوں دور ہیں آج بھی دنیا میں ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو آدمیوں کا گوشت کھاتے ہیں آدمیوں کو شکار کرتے ہیں ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جن کے پاس لباس نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جن کی زندگی درندوں اور جانوروں کی طرح ہے۔ مختلف تہذیبوں میں فرق ہے ایک قوم کے پاس ایک بات یا ایک کام انتہائی بدتہذیبی ہے اور دوسری قوم کا وہی کردار تہذیب کہلاتا ہے۔ عقائد و نظریات میں زمین و آسمان کا فرق ہے کفر اور اسلام کا فرق ہے حق اور باطل کا فرق ہے لیکن انسانی مزاج میں یہ خواہش کہ کوئی نادیدہ قوت ایک ایسی طاقت جسے میں دیکھ نہیں سکتا لیکن وہ سب کچھ دیکھ سکتی ہے یا میرے وہ امور جو پیش آنے والے ہیں جو مجھ سے پردہ غیب میں ہیں۔ میں نہیں جانتا میرے لئے کیا ہونے والا ہے لیکن وہ طاقت جانتی ہے میں نہیں سمجھتا کہ مجھ پر کوئی مصیبت آ رہی ہے ہے اور اگر آ رہی ہے تو اس سے بچنے کا کیا طریقہ ہے لیکن وہ طاقت جسے میں دیکھ نہیں سکتا اس میں وہ قوت ہے کہ وہ جانتی بھی ہے مجھ پر کہاں سے مصیبت آ رہی ہے اور اسے تبدیل بھی کر سکتی ہے ٹال بھی سکتی ہے یا مجھے تحفظ دے سکتی ہے یا مجھے انعام دے سکتی ہے۔ اس طاقت کی مدد اور اعانت چاہئے یہ تمام تر تہذیبی اور عقیدے کے فرق کے باوجود سب انسانوں میں یہ خواہش موجود ہے جنگلیوں کو بھی دیکھیں تو وہ بھی کسی روح کی پوجا کر رہے ہیں کسی جن کی پوجا کر رہے ہیں یا کسی بت کی پوجا کر رہے ہیں اس غیبی طاقت کو راضی کرنے کے لئے پردہ غائب میں سے جو کچھ ظاہر ہونا ہے اسے اپنے حق میں بہتر بنانے کے لئے اس طرح دنیا کے تمام مذاہب خواہ وہ باطل ہیں یا جیسے بھی ہیں لیکن ان میں کسی غیبی طاقت کا تصور موجود ہے دراصل یہ وہ خواہش ہے جو اللہ جل شانہ نے اپنی عظمت اپنی ذات اور اپنی تلاش کے لئے انسانی وجود میں فطری طور پر رکھ دی ہے اور اس کا صحیح جواب اسلام نے دیا ہے کہ وہ غیبی قوت اللہ ہے جو سب کچھ جانتا ہے ہر کام کرنے پہ قادر ہے انسان سے دکھ اور تکلیف دور کرنے پہ قادر ہے اور اس پہ دکھ اور تکلیف بھیجنے پہ قادر ہے نفع دے تو دے سکتا ہے نقصان پہنچائے تو پہنچا سکتا ہے عزت

دے تو وہ قادر ہے ذلت دے تو وہ قادر ہے جو چاہے کر سکتا ہے۔

لیکن عجیب بات ہے کہ انسان اللہ کی بتائی ہوئی اس بات پر نہیں ٹھہرتے۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے ارشاد فرمائے ہوئے فارمولے پر اطمینان نہیں ہوتا اور اپنی خود ساختہ یا اپنے جیسے یا اپنے سے بھی کم تر درجے کے لوگوں کی بنائی ہوئی خرافات پہ سب کو یقین ہوتا ہے۔ کافر دنیا کو دیکھ لیں ہر کافر ایک مختلف نظریہ ایک مختلف عقیدہ رکھتا ہے ایک مختلف تصور رکھتا ہے اس غیبی طاقت کے متعلق اور اسے خوش کرنے کے مختلف طریقے اپناتا ہے۔ بلکہ عظمت الہی تک ان کی سوچ ہی نہیں پہنچتی اور چھوٹے چھوٹے بتوں اور دیوی دیوتاؤں کے چکر میں پڑے رہ جاتے ہیں حیرت تو مسلمانوں پہ ہوتی ہے کہ کلمہ پڑھنے کے بعد بھی اپنی تمام تر امیدیں بظاہر کسی انسان ہی سے رکھیں گے اس کی نافرمانی کا نہیں سوچیں گے اس کی کسی رائے کے خلاف نہیں جائیں گے اور اللہ کی نافرمانی کرتے رہیں گے یا پھر تصوراتی طاقتیں بنا لیں گے کوئی یا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہہ کر خود کو مطمئن کر لے گا کوئی یا پیر اور یا شیخ کہہ کر خود کو مطمئن کر لے گا۔ کوئی گیارہویں والے کی پناہ پکڑے گا۔ کوئی کسی اور قبر پہ جا کے خود کو راضی کر لے گا کہ یہ سارا کام اس طرح سے ہو جائے گا لیکن اللہ پر بھروسہ کرنے اور اللہ کی اطاعت کرنے اللہ کو راضی رکھنے کے لئے محنت کرنے سے سارے جی چرائیں گے۔ بلکہ یہاں تک کہ اللہ کی عبادت بوجھ بن گئی ہے۔ یعنی کسی کو کوئی جھوٹ بول دیں آپ۔ کہ جی یہ وظیفہ پڑھو اور چالیس رات بلکہ شام سے سحر تک تم نے پڑھنا ہے سونا نہیں گوشت نہیں کھانا فلاں نہیں کرنا فلاں نہیں کرنا پھر تمہارے اس وظیفے کے اثر سے جن تمہاری مدد کریں گے اور تم بڑے بندے بن جاؤ گے وہ شروع ہو جائے گا۔ اس بندے کو کہو کہ چالیس دن سکون سے اللہ اللہ کرو نمازوں میں احتیاط کرو وضو باقاعدگی سے کرو تلاوت کیا کرو درود شریف پڑھو وہ کہے گا یہ تو کرتے ہی رہے ہیں یہ کیا ہوتا ہے یہ تو ہوتا ہی رہتا ہے یہ تو لوگ کرتے ہی رہتے ہیں۔ اسلام انسان کے اس فطری تجسس کا جواب ہے اور اس آیہ کریمہ نے یہی نشان دہی فرمائی ہے کہ زمین و آسمان میں جو حقائق پوشیدہ ہیں جو حالات مخلوق کی نگاہ میں نہیں ہیں جنہیں تم نہیں جانتے یہ دوسری مخلوق نہیں جانتی وہ سارے راز اللہ کی ذات پر روز روشن کی طرح عیاں ہیں اس کے سامنے کچھ بھی پوشیدہ نہیں کہ وہ غیبی قوت رب العالمین کی ہے۔

ان واقعات تمام کیفیات کے آنے جانے سے بخوبی واقف ہے ایک بات۔ دوسری بات کوئی کام اس کی پسند اس کی اجازت اس کے کرنے کے بغیر کوئی واقعہ وقوع پذیر ہوتا ہی نہیں۔

والیہ یرجع الامر کلہ۔ ہر کام اس کی مرضیات کا پابند ہے جو وہ چاہے وہ ہوتا ہے اور جو وہ نہ چاہے وہ نہیں ہوتا پھر ارشاد ہوتا ہے بندے **فاعبدہ** صرف اس کی عبادت کر اس اکیلے کی صرف اس کی بندگی کر اور اس پر بھروسہ کرنا سیکھ۔ **توکل علیہ۔** اس پر اعتماد کر اس بات سے خود کو نکال لے کہ شاید خدا بھی کرے گا یا نہیں کرے گا ہو بھی سکتا ہے نہیں ہو سکتا اور پھر ارشاد فرمایا کہ تو جو کچھ بھی کرتا ہے یہ یاد رکھ وہ تیرے کردار سے کبھی بھی بے خبر نہیں ہے تیرے ہر ہر کام کی ہر ہر لحظہ اس کو خبر ہے۔

لیکن عجیب بات ہے انسان اپنی اس خواہش کو پورا کرنے کے لئے چلہ کشیاں کر لے گا۔ اسے دنیا کے سارے حلال کہہ دو کہ یہ حرام ہیں تم نے گوشت نہیں کھانا تم نے لسی نہیں پینی تم نے چائے نہیں پینی تم جو کی روٹی کھاؤ گے اور یہ تسبیحات پڑھو گے وہ لگا رہے گا۔ جب اللہ کی بات آئے گی جہاں بے شمار نعمتیں ہیں ہر نعمت اس نے حلال کی ہے اس کے طریقے سے حاصل کرنے کی اور صرف وہ چیزیں حلال فرمائی ہیں جو انسان کے لئے مضر ہیں اور نقصان دہ ہیں یا اگر اس کی ساری وہ فطرت بدل جائے گی بلکہ دن بھر میں وہ جو چار سجدے کرتا ہے وہ سجدے بھی بوجھ بن جائیں گے

آخر ایسا کیوں ہے اس لئے کہ ہم سنی سنائی بات پر تو مسلمان ہیں ہمارے دل نے اس بات پر یقین نہیں کیا کہ واقعی جو کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ سچ ہے اور دل اس لئے نہیں مانتا کہ دل میں ہم نے اللہ کے نام کو داخل ہونے ہی نہیں دیا۔ دل آماجگاہ ہے خواہشات کی نفسانیت کی ذاتی اغراض کی لالچ حرص حسد بغض کبر اور کمینے کی اگر اس میں اللہ کی عظمت ہوتی' اللہ کا نام ہوتا' اللہ کی یاد ہوتی وہ خود اس بات پہ مطمئن ہوتا ہے کہ واقعی وہ غیبی طاقت اللہ وحدہ لاشریک ہے جو سب کچھ کر سکتا ہے اور جو میرے حالات سے واقف ہے جس کے کئے بغیر کچھ ہوتا نہیں تو یہ یقین لذت پیدا کردیتا عبادت میں ہر ہر سجدہ ہر ہر رکوع ہر ہر تسبیح اپنی جداگانہ لذت رکھتے اور وہ لذت عبادت اللہ سے وہ تعلق پیدا کر دیتی کہ بندہ اس پر اعتبار کرتا اسے توکل نصیب ہوتی۔ اس لئے کہ اعتبار کرنے کے لئے جان پہچان کا ہونا بنیادی شرط ہے آپ کسی بندے پہ اعتبار کرنا چاہیں تو پہلے اس بندے کو آپ اچھی طرح جانتے ہوں گے پھر اعتبار کریں گے ایک شخص راستہ چل رہا ہے ہمارا واقف ہی نہیں وہ غریب واقعی تکلیف میں ہے وہ کہتا ہے میری چوری ہو گئی میرے پیسے کسی نے چرا لئے مجھے کرایہ چاہئے تو ہم بڑی دیر سوچتے ہیں کہ یار یہ طریقہ تو اب پرانا ہو چکا ہے ہر بندہ اس طرح دھوکا کرتا ہے ہر بندہ اس طرح جھوٹ بولتاہے اعتبار کرنے کو جی نہیں چاہتا لیکن ایک بندے کو ہم جانتے ہیں یہ فلاں آدمی ہے وہ آکر کہتا ہے کہ جی میرے تو کسی نے پیسے نکال لئے اور مجھے پچاس روپے دے دو تو پانچ سو لے لو یار کیا بات ہے واپس کر دینا ہمیں یقین ہوتا ہے اس پہ اعتبار کرتے ہیں کہ اس سے واقف ہیں یہ جھوٹ نہیں بولتا۔ اللہ سے واقفیت پیدا کرنا پڑتی ہے اس پر بھروسہ کرنے کے لئے اور واقفیت ہی کو معرفت کہتے ہیں اور وہ حاصل ہوتی ہے اس کو اپنے دل میں جگہ دینے سے دل میں بسانے سے دل کو اس کی یاد سے آباد کرنے سے دل کو اس کا آشنا بنانے سے جب تک دل میں اس کی یاد اس کی ذات اس کی عظمت اس کا نور اس کی تجلیات آباد نہیں ہو جاتیں تب تک کمال اسلام ہمیں نصیب نہیں ہوتا نام ہوتا ہے رسم ہوتی ہے رواج ہوتا ہے اسلام کا نام بھی اچھا' اسلام کی رسم بھی اچھی اسلام کا رواج بھی اچھا لیکن حقیقت اسلام بہت مزے دار چیز ہے اللہ کرے ہمارے دل اس کی یاد سے روشن ہوں اور ہمیں سوائے اس کے کسی کی پناہ کی ضرورت نہ پڑے اس کی اطاعت اور عبادت میں وقت بسر ہو اسی میں دنیا سے جائیں اور اسی حال میں قیامت کو اٹھایا جائے حقیقی زندگی ہمارے سامنے ہے یہ وقتی اور لمحاتی اور دنوں کی باتیں ہیں یہ دنوں میں گزر جائیں گی ہمارے سامنے روزانہ لوگ اس زندگی کو ختم کر کے آگے جا رہے ہیں اس زندگی کے خاتمے کے ساتھ سارے جھوٹے آسرے ختم ہو جاتے ہیں اور خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اللہ کی معرفت اللہ کی پہچان اللہ کی یاد اور اس پر اعتماد لے کر زندگی کو ختم کرتے ہیں یہ زندگی کا خاتمہ ایک نہ ختم ہونے والی زندگی کی ابتداء ہے۔ عجیب عالم ہے عجیب حالات ہیں عجیب و غریب ضروریات ہیں انسان کی جو بغیر اللہ کی عطاکے پوری نہیں ہوتیں۔ وہاں نہ کچھ خریدا جا سکے گا نہ بیچا جا سکے گا نہ ادھار چلے گا نہ رشوت مشکل سا کام ہے لیکن اگر واقعی اللہ پہ بھروسہ نصیب ہو جائے تو پھر کسی چیز کی کمی باقی نہیں رہ جاتی۔ اپنی زندگی کو انسانی زندگی بنائیے محض دو وقت کی روٹی کی فکر کرنا اور پیٹ بھر کے سو جانا یا بچے پال لینا یہ انسانی زندگی نہیں ہے یہ حیوانی زندگی ہے ہر جانور اتنا کرتا ہے انسانی زندگی یہ ہے کہ اس عالم میں رہتے ہوئے اس عالم میں بستا ہو جہاں اسے ہمیشہ رہنا ہے اور یہاں جو کام کرے اس اندازے سے کرے جس کا نتیجہ وہاں کیا پیش آ رہا ہے اپنی ساری غلامی اپنا سارا خلوص اپنی ساری بندگی اس وحدہ لاشریک کے لئے مختص کر دے اللہ کریم سب کو نصیب فرمائے۔

اسلام اس ملک کا مقدر ہے

ملک کا ایک شہری چالیس پیسے کی دوا کی گولی کے لئے مرجاتا ہے۔ اسے وہ نہیں ملتی۔ دوسرا آدمی چالیس کروڑ کے ریس گھوڑے منگوا لیتا ہے کیوں؟ اس لئے کہ یہ جو ٹیکس وصول ہو رہے ہیں وہ اس کے قبضے میں ہیں۔ اور جو دے رہے ہیں ان کی طرف دوا کی ایک گولی تک نہیں جاتی۔ یہ ظالمانہ اقتصادی نظام تو چل سکتا ہے مگر وہ اسلامی اقتصادی نظام فرسودہ ہے جس میں جن سے ٹیکس لئے جاتے ہیں وہ ان کی امانت سمجھ کر واپسی ان پر خرچ کر دیئے جاتے ہیں۔ ایسا منصفانہ نظام نہیں چل سکتا۔ صرف ظالمانہ نظام چل سکتا ہے؟ حکمران تو کروڑوں اربوں کے کھیل میں لذت سے مزے کر رہا ہے۔ حیرت تو اپنے جیسے لوگوں پر ہوتی ہے۔ ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ اسلام پر عمل مشکل ہے موجود نظام ہی صحیح ہے۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ ہم ایسا کیوں کہتے ہیں؟ حاکم کہتا ہے یا حکمران طبقہ کہتا ہے تو اپنے لئے درست کہتا ہے۔ کیونکہ وہ لوٹ رہے ہیں ہر شہری کو عام تاجر کو' غریب کو' مسکین کو' اور اس لوٹ کے مال کا رخ اپنی طرف کر رکھا ہے۔ وہ اگر کہہ رہے ہیں یہ سسٹم صحیح ہے تو یہ اس طبقے کے مفاد میں ہے لیکن جن کا خون چوسا جا رہا ہے یہ بدبخت بھی کہتے ہیں یہی صحیح ہے اسلام پر اس زمانے میں عمل ممکن نہیں رہا۔

کفار مکہ بھی یہی کہتے تھے کہ "ہمارا جو معاشرہ ہے جو قانون ہے جو سیاست ہے اور جو معاشی نظام ہے یہی صحیح ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کہہ رہے ہیں یہ ممکن ہی نہیں۔ دیوانے کی بڑ ہے۔ شاعرانہ تخیل ہے اس پر عمل نہیں ہو سکتا۔"

غیرت الٰہی نے مکہ مکرمہ کو مسلمانوں کے ہاتھوں فتح کرا کے ہمیشہ کے لئے اسلام کا مرکز بنا دیا۔ جہاں وہ کہتے تھے اسلام آ نہیں سکتا۔ آج بھی اس کا بڑا سادہ سا علاج ہے۔ جب ہم یہ کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں تو اپنے کردار کو بھی اسلامی سانچے میں ڈھالیں ہم چاہتے تو ہیں کہ ملک پر اسلامی سلطنت قائم ہو لیکن پہلے ہم اپنے اس ذاتی مملکت پر' اپنے وجود پر' اس پانچ' ساڑھے پانچ فٹ قد کے پاکستان پر اسلام کو نافذ کریں۔ یہ بندوق سے نہیں ہو گا۔ دنگے فساد اور دہشت گردی سے نہیں ہو گا۔ بازاروں اور عبادت گاہوں پر بم پھینکنے سے نہیں ہو گا۔ بسیں جلانے اور دکانیں لوٹنے سے اسلام نافذ نہیں ہو گا اور گناہ کر کے اس کے نتیجے میں ہمیں اسلام نصیب ہو جائے! یہ ممکن نہیں۔ بدمعاشی کے راستے سے دین نافذ نہیں ہو گا۔ بلکہ بدمعاشوں نے دین کا راستہ روکنے کا ایک طریقہ اپنا رکھا ہے۔ نیکی نیکی کے راستے سے آئے گی۔ بھلائی کے راستے بھلائی آئے گی۔

اگر ہم نے اپنے اس ایک وجود پر اسلام نافذ کر لیا تو ہم نے ملک کا کم سے کم بارہ کروڑواں حصہ فتح کر لیا۔ اگر ہم پوری قوم پر اسلام نافذ کرنا چاہتے ہیں تو پہلے قوم کے اس ایک ٹکڑے پر جو ہمارے قابو میں ہے۔ اسلام نافذ کیجئے دوستوں رشتہ داروں کو مشورہ دیجئے۔ یوں دیئے سے دیا جلتا چلا جائے گا۔ اور پھر غیرت الٰہی یہاں ضرور اسلام نافذ کر دے گی آخر کار اسلام اس ملک کا مقدر ہے۔

MONTHLY

AL-MURSHED

Reg. No. L8607

اسرار التنزیل

حضرت مولانا محمد اکرم اعوان کی دلکش تحریریں قرآن کریم کی ایک منفرد انداز تفسیر۔ کہ قرآن کریم کو سمجھنا نہ صرف آسان بلکہ دلچسپ بنا دیا ہے پڑھ کر خود ہی افادیت کا اندازہ لگائیے۔ اب تک آٹھ (۸) جلدیں چھپ چکی ہیں۔ آرٹ پیپر پر مجلد اور آفسٹ پیپر پر عام مجلد دستیاب ہیں

اویسیہ کتب خانہ
اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ
ٹاؤن شپ لاہور

AWAISIA SOCIETY, COLLEGEROAD
TOWNSHIP LAHORE. PH: 5115086